صرف احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

مسیح موعود نمبر
23 مارچ 2016ء
23 امان 1395 ہش

☎ 047-6213029
C.P.L FD-10
Web: http://www.alfazl.org
Email: editor@alfazl.org

اے لوائے احمدیت قومِ احمد کے نشاں — تجھ پہ کٹ مرنے کو ہیں تیار تیرے پاسباں

تاریخ لوائے احمدیت

☆حضرت مصلح موعود نے 28 دسمبر 1939ء کو خلافت جوبلی جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر لوائے احمدیت پہلی مرتبہ فضا میں بلند کیا۔

☆لواء کے کپڑے کی تیاری میں رفقاء اور رفیقات حضرت مسیح موعود نے حصہ لیا۔

☆اس جھنڈے کی لمبائی 18 فٹ اور چوڑائی 9 فٹ تھی۔

مجلس انصار اللہ کا جھنڈا
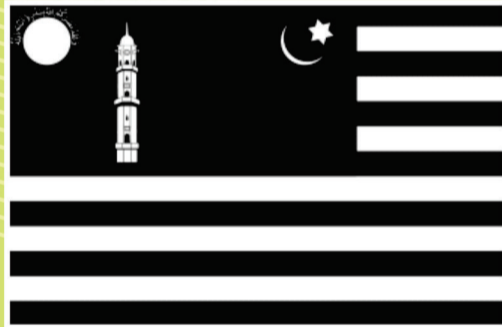
مجلس خدام الاحمدیہ کا جھنڈا

لجنہ اماء اللہ کا جھنڈا

عہد انصار اللہ

تین مرتبہ تشہد کہنے کے بعد:

میں اقرار کرتا ہوں کہ (دین حق) احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا، نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

عہد خدام الاحمدیہ

تین مرتبہ تشہد کہنے کے بعد:

میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی، قومی اور ملی مفاد کی خاطر میں اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔ اسی طرح خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گا اور خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے۔ اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا۔

عہد لجنہ اماء اللہ

تین مرتبہ تشہد کہنے کے بعد:

میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گی نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔

وعدہ اطفال الاحمدیہ

تین مرتبہ تشہد کہنے کے بعد:

میں وعدہ کرتا ہوں کہ (دین حق) اور جماعت احمدیہ، قوم اور وطن کی خدمت کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔ ہمیشہ سچ بولوں گا۔ کسی کو گالی نہیں دوں گا اور حضرت خلیفۃ المسیح کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

وعدہ ناصرات الاحمدیہ

تین مرتبہ تشہد کہنے کے بعد:

میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ .... مطبع: ضیاء الاسلام پریس .... مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ .... قیمت 30 روپے

جلیں گے وقت کے ہر موڑ پہ دیے اس کے　　تمام منزلیں اس کی ہیں راستے اس کے
وہی تو تھا کہ جو سلطان حرف و حکمت تھا　　قلم کرشمہ تھا اور حرف معجزے اس کے

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔
خداوند کریم نے اسی رسول مقبولؐ کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیمن متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔
چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے۔ وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔

حضرت مسیح موعود کے متعلق دانشوروں اور علماء کی آراء

لیفٹیننٹ کرنل مونٹیگو ولیم ڈگلس۔ برطانیہ
(1863ء تا فروری 1957ء)

چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کرنل ڈگلس سے ملاقات میں کرنل ڈگلس صاحب نے بیان کیا کہ ’’جب مقدمہ اقدام قتل کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود میری عدالت میں تشریف لائے تو آپ کو دیکھتے ہی مجھ پر یہ اثر ہوا تھا کہ جو الزام اس شخص پر لگایا جا رہا ہے وہ بالکل غلط ہے‘‘۔

(حیات طیبہ از شیخ عبدالقادر صاحب ایڈیشن اول 1959ء)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف پاکپتن
(نومبر 1845ء تا 25 ستمبر 1901ء)

(ترجمہ از فارسی) مرزا صاحب اپنے تمام اوقات عبادت الٰہی، دعا، نماز، تلاوت قرآن اور اسی نوع کے دوسرے مشاغل میں گزارتے ہیں۔ دین...... کی حمایت کے لئے آپ نے ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لندن میں دعوت (دین) بھیجی ہے۔ اسی طرح روس، فرانس اور دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو (دین) کا پیغام دیا ہے۔

(اشارات فریدی حصہ سوم ص 70,69
مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ 1320ھ)

مولانا ابوالکلام آزاد صاحب۔ بھارت۔ ادیب دانشور
(11 نومبر 1888ء تا 22 فروری 1958ء)

وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو ...... دماغی عجائبات کا مجسمہ...... نظر فتنہ اور آواز حشر ...... جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔
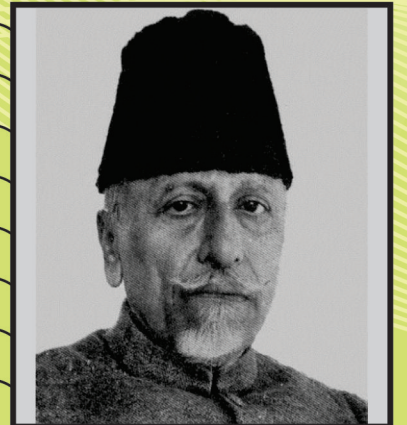
(اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908ء)

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی۔ بھارت۔ صوفی و صحافی
(1873ء تا 31 جولائی 1955ء)

مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے...... آپ کی تصانیف ...... کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

(اخبار منادی 27 فروری و 4 مارچ 1930ء)

لیو نیکولائیوچ ٹالسٹائی۔ روس۔ ادیب دانشور
(28 ستمبر 1828ء تا نومبر 1910ء)

ہمیں معقول مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے اور اگر مرزا احمد صاحب کوئی نیا معقول مسئلہ پیش کریں گے تو میں بڑی خوشی سے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔
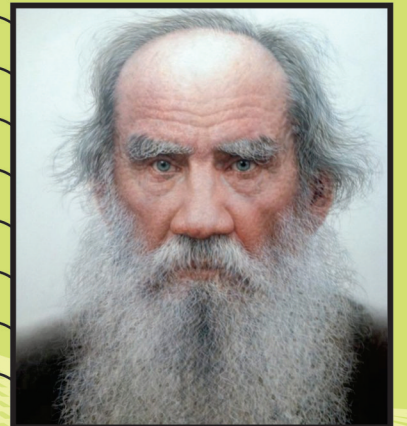
(ذکر حبیب ص 399۔ ایڈیشن اول 1936ء)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب۔ پاکستان۔ عالم دین
(26 اپریل 1932ء تا 14 اپریل 2010ء)

یہ ایک خاص دور تھا جب اسلام کے خلاف عیسائی مشن تھے...... عیسائی مشنریز کے ساتھ مناظرے کر کے غلام احمد نے انہیں شکست دیدی...... آریہ سماج کے لوگوں سے بھی اس نے مناظرے کئے اور انہیں بھی شکست دے دی۔ ان دونوں چیزوں کی وجہ سے علماء کی آنکھ کا تارا بن گئے۔

(پروگرام ARYONE)
https://www.youtube.com/watch?v=46T3ObwLt0A

ازافاضات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

شرائط بیعت اور ایک احمدی کے شب و روز کا جائزہ

ہمارا آنے والا ہر سال ہمیں گزشتہ سال سے نیکیوں میں مزید بڑھانے والا ہو

خطبہ جمعہ 30 دسمبر 2016ء سے اقتباسات

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ایک مومن کی شان تو یہ ہے کہ نہ صرف ان لغویات سے بچے اور بیزاری کا اظہار کرے بلکہ اپنا جائزہ لے اور غور کرے کہ اس کی زندگی میں ایک سال آیا اور گزر گیا۔ اس میں وہ ہمیں کیا دے کر گیا اور کیا لے کر گیا۔ ہم نے اس سال میں کیا کھویا اور کیا پایا۔ ایک مومن نے دنیاوی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ اس سال میں اس نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ اس کی دنیاوی حالت میں کیا بہتری پیدا ہوئی یا دینی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ کیا کھویا اور کیا پایا اور اگر دینی اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے تو کس معیار پر رکھ کر دیکھنا ہے تا کہ پتہ چلے کہ کیا کھویا اور کیا پایا۔

ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جنہوں نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم کا نچوڑ یا خلاصہ نکال کر رکھ دیا اور ہمیں کہا کہ تم اس معیار کو سامنے رکھو تو تمہیں پتہ چلے گا کہ تم نے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کیا ہے یا پورا کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟ اس معیار کو سامنے رکھو گے تو صحیح مومن بن سکتے ہو۔ یہ شرائط ہیں ان پہ چلو گے تو صحیح طور پر اپنے ایمان کو پرکھ سکتے ہو۔ ہر احمدی سے آپ نے عہد بیعت لیا اور اس عہد بیعت میں شرائط بیعت ہمارے سامنے رکھ کر لائحہ عمل ہمیں دے دیا جس پر عمل اور اس عمل کا ہر روز ہر ہفتے ہر مہینے اور ہر سال ایک جائزہ لینے کی ہر احمدی سے امید اور توقع بھی کی''۔

☆ وہ عہد جو ہم سے یہ سوال کرتا ہے کہ کیا ہم نے شرک نہ کرنے کے عہد کو پورا کیا۔

☆ کیا ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے صدقات، ہماری مالی قربانیاں، ہمارے خدمت خلق کے کام، ہمارا جماعت کے کاموں کے لئے وقت دینا، خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے غیر اللہ کو خوش کرنے یا دنیا دکھاوے کے لئے تو نہیں تھا۔ ہمارے دل کی چھپی ہوئی خواہشات اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر کھڑی تو نہیں ہو گئی تھیں۔

☆ کیا ہمارا سال جھوٹ سے مکمل طور پر پاک ہو کر اور کامل سچائی پر قائم رہتے ہوئے گزرا ہے؟ یعنی ایسا موقع آنے پر جب سچائی کے اظہار سے اپنا نقصان ہو رہا ہو لیکن پھر بھی سچائی کو نہ چھوڑا جائے۔

☆ کیا ہم نے اپنے آپ کو ایسی تقریبوں سے دُور رکھا ہے جن سے گندے خیالات دل میں پیدا ہو سکتے ہوں۔ یعنی آجکل اس زمانے میں ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے۔ یا اس قسم کی چیزیں اور ان پر ایسے پروگرام جو خیالات کے گندہ ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں کیا ان سے ہم نے اپنے آپ کو بچایا؟

☆ کیا ہم نے بدنظری سے اپنے آپ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اور کر رہے ہیں؟

☆ کیا ہم نے فسق و فجور کی ہر بات سے اس سال میں بچنے کی کوشش کی ہے؟

☆ کیا ہم نے اپنے آپ کو ہر ظلم سے بچا کر رکھا ہے۔ یعنی ظلم کرنے سے بچا کے رکھا ہے۔

☆ کیا ہم نے ہر قسم کی خیانت سے اپنے آپ کو پاک رکھا ہے؟

☆ کیا ہم نے ہر قسم کے فساد سے بچنے کی کوشش کی ہے؟

☆ کیا ہر قسم کے باغیانہ رویے سے پرہیز کرنے والے ہم ہیں؟

☆ کیا ہم نفسانی جوشوں سے مغلوب تو نہیں ہو جاتے؟

☆ کیا ہم پانچ وقت نمازوں کا التزام کرتے رہے ہیں۔ سال میں باقاعدگی سے پڑھتے رہے ہیں؟

☆ کیا نماز تہجد پڑھنے کی طرف ہماری توجہ رہی؟

☆ کیا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی باقاعدہ کوشش کرتے رہے ہیں یا کرتے ہیں؟

☆ کیا ہم باقاعدگی سے استغفار کرتے رہے ہیں؟

☆ کیا اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کی طرف ہماری توجہ رہی؟

☆ کیا ہم اپنوں اور غیروں سب کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کرتے رہے ہیں؟

☆ کیا ہمارے ہاتھ اور ہماری زبانیں دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچی رہی ہیں؟

☆ کیا ہم عفو اور درگزر سے کام لیتے رہے ہیں؟

☆ کیا عاجزی اور انکساری ہمارا امتیاز رہا ہے؟

☆ کیا خوشی غمی تنگی اور آسائش ہر حالت میں ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ وفا کا تعلق رکھتے رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ سے کبھی کوئی شکوہ تو نہیں پیدا ہوا کہ میری دعائیں کیوں قبول نہیں کی گئیں یا مجھے اس تکلیف میں کیوں مبتلا کیا گیا۔ اگر یہ شکوہ ہے تو کوئی انسان مومن نہیں رہ سکتا۔

☆ کیا ہر قسم کی رسوم اور ہوا و ہوس کی باتوں سے ہم نے پوری طرح بچنے کی کوشش کی ہے؟

☆ کیا قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور ارشادات کو ہم مکمل طور پر اختیار کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟

☆ کیا تکبر اور نخوت کو ہم نے مکمل طور پر چھوڑا ہے یا اس کے چھوڑنے کے لئے کوشش کی ہے؟

☆ کیا ہم نے خوش خلقی کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کی ہے؟

☆ کیا ہم نے حلیمی اور مسکینی کو اپنانے کی کوشش کی ہے؟

☆ کیا ہر دن ہمارے اندر دین میں بڑھنے اور اس کی عزت و عظمت قائم کرنے والا بنتا رہا ہے؟ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد جو ہم اکثر دہراتے ہیں صرف کھوکھلا عہد تو نہیں رہا۔

☆ کیا (دین) کی محبت میں ہم نے اس حد تک بڑھنے کی کوشش کی ہے کہ اپنے مال پر اس کو فوقیت دی؟ اپنی عزت پر اس کو فوقیت دی اور اپنی اولاد سے زیادہ اسے عزیز اور پیارا سمجھا۔

☆ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنے والے ہیں یا کرتے رہے ہیں؟

☆ اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟

☆ کیا یہ دعا کرتے رہے اور اپنے بچوں کو بھی نصیحت کرتے رہے کہ حضرت مسیح موعود کی اطاعت کے معیار ہمیشہ ہم میں قائم رہیں۔ ہم ہمیشہ آپ کی اطاعت کرتے رہیں۔ اعلیٰ معیاروں کے ساتھ اور اس میں بڑھتے بھی رہیں۔

☆ کیا ہم نے حضرت مسیح موعود سے تعلق اخوت اور اطاعت اس حد تک بڑھایا ہے کہ باقی تمام دنیوی رشتے اس کے سامنے ہیچ ہو جائیں، معمولی سمجھے جانے لگیں۔

☆ کیا ہم خلافت احمدیہ سے وفا اور اطاعت کے تعلق میں قائم رہنے اور بڑھنے کی دعا سال کے دوران کرتے رہے؟

☆ کیا اپنے بچوں کو خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے اور وفا کا تعلق رکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہے اور اس کیلئے دعا کرتے رہے کہ ان میں یہ توجہ پیدا ہو؟

☆ کیا خلیفۂ وقت اور جماعت کیلئے باقاعدگی سے دعا کرتے رہے؟

فرمایا: ''اگر تو اکثر سوالوں کے مثبت جواب کے ساتھ یہ سال گزرا ہے تو کچھ کمزوریاں رہنے کے باوجود ہم نے بہت کچھ پایا۔ جتنے سوال مَیں نے اٹھائے ہیں اگر زیادہ جواب نفی میں ہے تو پھر قابل فکر حالت ہے۔ ہمیں اپنی حالتوں پر غور کرنا چاہئے اور اس کا مداوا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ان راتوں میں یہ دعا کریں......اور مصمّم ارادہ کریں اور ایک عہد کریں اور خاص طور پر نئے سال کے آغاز میں یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری گزشتہ کوتاہیوں اور کمیوں کو معاف فرمائے اور نئے سال میں ہمیں زیادہ سے زیادہ پانے کی توفیق دے۔ ہم کھونے والے نہ ہوں اور ہم ان مومنین میں شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔''

اداریہ

علامہ نیاز فتح پوری کا جماعت احمدیہ کو خراج تحسین

علامہ نیاز فتح پوری ہندوستان کے مشہور ادیب، فلسفی، دانشور اور مؤرخ تھے۔ 1864ء میں فتح پور بسوہ میں پیدا ہوئے۔ صحافت کا آغاز 1901ء سے کیا۔ 1922ء میں اپنا ذاتی رسالہ نگار آگرہ سے شروع کیا۔ جوان کی وفات 24 مئی 1966ء کے بعد بھی جاری ہے۔ ان کی تصانیف کی تعداد 35 ہے۔

علامہ نیاز بہت کشادہ دل اور بے تعصب دماغ کے مالک تھے۔ حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کے معترف تھے۔ وہ متعدد بار جماعت کے پروگراموں میں آئے اور جماعت کو خراج تحسین پیش کیا۔ ان کے جماعت کے بارہ میں مطبوعہ خیالات ''ملاحظات نیاز'' میں جمع کئے ہیں۔ ذیل میں ان کی صرف ایک جھلک پیش کی جارہی ہے۔

30۔ اگست 1963ء کو مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے زیر اہتمام ''فضل عمر پبلک لائبریری'' (مارٹن روڈ) کی افتتاحی تقریب عمل میں آئی اس موقعہ پر علامہ نیاز فتح پوری نے ایک پُر اثر خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا:

''احمدی تحریک کا ذکر تو میں عرصے سے سنتا چلا آرہا تھا۔ لیکن خود اس پر غور وفکر کرنے کا موقع حال ہی میں ملا اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر تعلیم (دین) کا مقصود واقعی بلند کردار، حسن عمل اور طہارت نفس ہے (جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا) تو اس وقت غالباً احمدی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس نے صحیح معنے میں اس مقصد عظیم کو سمجھا اور اسے اجتماعی حیثیت بخشی۔

......تمام مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے ارتقاء انسانی کا یہ بلند نظریہ پیش کیا اور اس کو بروئے کار لانے کے لئے عقائد کو یکسر عمل میں تبدیل کر دیا۔

دنیا کے تمام مذاہب مخصوص تھے مخصوص اقوام کے لئے۔ لیکن اسلام کا خطاب تمام عالم انسانی سے تھا۔ معمورہ دنیا کی پوری ہیئت اجتماعی سے تھا اور اسی بناء پر اس نے ''اکمل ادیان عالم'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ الغرض یہ تھا اصل مفہوم ومقصود اسلام کا جو افسوس ہے کہ عہد سعادت وعہد خلفاء راشدین کے بعد رفتہ رفتہ فراموش ہو گیا اور مسلمان بجائے اس کے کہ وہ دوسروں کو اصلاح واجتماع کی دعوت دیتے خود افتراق وانتشار کا شکار ہو گئے اور مذہب نام رہ گیا صرف روایات کا۔

یہ حالت صدیوں تک جاری رہی یہاں تک کہ (دین) کو مرد بیمار سمجھ کر چاروں طرف سے اس پر حملے ہونے لگے اور اس کی کسمپرسی انتہاء کو پہنچ گئی۔ یہی وہ وقت تھا اور یہی وہ فضا تھی ہندوستان کی جب ایک مرد عمل سرزمین قادیان سے اٹھا اور اس نے تن تنہا تمام مخالف طوفانوں کا مردانہ وار مقابلہ کر کے دنیا پر ثابت کر دیا کہ خدا کا روشن کیا ہوا چراغ مدھم تو ہوسکتا ہے لیکن اسے بجھایا نہیں جاسکتا۔

لَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ (التوبۃ:33)

اس وقت مجھے اس سے بحث نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو کس حیثیت سے پیش کیا یا یہ کہ اپنے آپ کو کیا سمجھا بلکہ صرف یہ کہ کیا کیا یا کیا کر دکھایا اور کیوں کر ایسی مضبوط اور باعمل جماعت قائم کر سکے جس کی بے پناہ عملی قوت کا اعتراف ان کے مخالفین کو بھی ہے۔

وَذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

احمدی جماعت کے قیام کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا تاہم اتنا زمانہ یقیناً گزر چکا ہے کہ اگر یہ تحریک بے جان ہوتی اور اس کی بنیاد کمزور ہوتی تو دوسری جماعتوں کی طرح یہ بھی ختم ہو چکی ہوتی لیکن جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تحریک ایک مختصر گاؤں سے شروع ہو کر نصف صدی کے اندر تمام دنیا کے تمام گوشوں تک پہنچ جاتی ہے تو ہم کو اس استقامت عزم کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور یہ استقامت کسی جماعت میں اس وقت پیدا ہوسکتی ہے جب اس کا بانی ومؤسس خود بڑا مخلص انسان ہو۔

کیست کہ کوشش فرہاد نشاں باز دہد
مگر آں نقش کہ از تیشۂ بہ خار اماند

علامہ نیاز فتح پوری صاحب

جماعت احمدی کا دائرہ عمل جس حد تک وسیع ہو چکا ہے اس کی تفصیل کا موقع ہے نہ ضرورت لیکن اس وقت یہ ظاہر کر دینا غالباً نامناسب نہ ہوگا کہ اس کا نصب العین صرف قرآن اور......لٹریچر کی اشاعت ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تعلیمات (دین)، اخلاق ......اور غایت ظہور......کی عملی مثالیں بھی قائم کرنا ہے۔ یعنی وہ صرف یہ کہہ کر خاموش نہیں ہو جاتے کہ اخلاق بلند کرو بلکہ اپنے کردار عمل سے بھی اور اس تعلیم کی برکات کا ثبوت دیتے ہیں اتنا صاف، روشن اور واضح ثبوت جس سے غض بصر ممکن ہی نہیں چنانچہ اگر تحریک احمدیت کے آغاز سے اس وقت تک کی ان تمام خدمات کا جائزہ لیں جو اس نے خالص اخلاقی نقطۂ نظر سے مفاد عامہ کے لئے انجام دی ہیں تو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ انہوں نے مدارس قائم کئے۔ شفاخانے تعمیر کرائے، انہوں نے بلا تفریق مذہب وملت طلبہ کے وظائف مقرر کئے۔ غرباء ومساکین کا مفت علاج کیا۔ یتامیٰ کی کفالت کی۔ بیواؤں کے دکھ درد میں شریک ہوئے اور ان کی یہ گرانقدر خدمات وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہیں۔

اب سے شاید دو تین سال قبل کی بات ہے جبکہ فضل عمر ہسپتال (ڈسپنسری) کراچی کی عمارت دیکھنے کا موقع مجھے ملا تھا اور یہ معلوم کر کے حیران رہ گیا جب مجھے بتایا گیا کہ یہ تعمیر محض یہاں کے احمدی نوجوانوں کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے۔ تو معاً میرا ذہن قادیان کے اس مجاہد اعظم کی طرف منتقل ہوا جس کے فیضان تعلیم نے ایثار وقربانی اور سعی وعمل کا یہ جذبہ اپنے متبعین میں پیدا کیا اور اس خیر جاریہ کی تشکیل کے لئے اتنے جاں نثار فدائی پیدا کر دیئے۔ پھر میں یہاں سے چلا گیا لیکن اس کا اتنا گہرا اثر دل پر لے گیا کہ اس کے بعد جب کبھی کسی نے احمدی تحریک کا ذکر چھیڑا تو میں نے اس کی قوت عمل کے ثبوت میں ہمیشہ اپنے اس نئے تجربہ کو پیش کیا''۔

علامہ نیاز فتح پوری اس ولولہ انگیز تقریر کے بعد احباب جماعت کے ساتھ لائبریری میں تشریف لے گئے اور لائبریری کی ممبر شپ کا پہلا کارڈ پُر کیا۔ آپ کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت کراچی اور قائد خدام الاحمدیہ کراچی اور دیگر احباب نے رکنیت قبول کی۔ اس طرح لائبریری کا حوصلہ افزاء ماحول میں آغاز ہوا۔ اس لائبریری میں اس وقت دو ہزار سے زائد کتب موجود تھیں جو مذہبی، ادبی، تاریخی، معاشی اور فنی مضامین پر مشتمل تھیں۔ لائبریری کے ساتھ دار المطالعہ بھی تھا جس میں سلسلہ کے اخبارات ورسائل کے علاوہ دیگر اخبارات اور ادبی رسائل بھی موجود تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 22 صفحہ 95,93)

میں رَنجور ہوں

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رَنجور ہُوں
میری فریادوں کو سُن میں ہوگیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضُعفِ دینِ مصطفٰےؐ
مُجھ کو کر اے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار
کیا سُلائے گا مجھے تو خاک میں قبل ازمُراد
یہ تو تیرے پر نہیں اُمید اے میرے حِصار!

(درِّثمین)

مکرم مبشر احمد ظفر صاحب

حضرت مسیح موعود ماموریت سے پہلے کی پاکیزہ زندگی

خاندانی تعارف

جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کے ایک بزرگ مرزا ہادی بیگ صاحب سلطنت مغلیہ کے اوائل زمانہ میں یعنی سولہویں صدی عیسوی میں ملک سمرقند سے دوسوافراد کے ہمراہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے ملک ہند میں داخل ہوئے۔ اور پنجاب میں قادیان کو آباد کیا جو بعد میں اسلامی ریاست کی شکل اختیار کر گیا۔ آپ کے خاندان کے لوگوں نے اس علاقہ میں تقریباً دو سو سال حکومت کی۔ مغلیہ سلطنت کے زوال پذیر ہونے اور سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں بھی حضرت اقدس کے بزرگ 84 گاؤں کے مالک تھے۔ 1802ء میں دیوان سنگھ پسر تارا سنگھ نے تعلقہ قادیان مغلاں سے مرزا عطاء محمد پسر گل محمد کو اپنے خاندان سمیت کپورتھلہ کی ریاست میں بقام بیگووال پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا۔ آپ کا خاندان وہاں 1834ء تک یعنی 32 سال جلاوطن رہا۔ جونہی حضرت مسیح موعود کی ولادت کا وقت قریب آیا اللہ تعالیٰ نے قادیان کی واپسی کا سامان کر دیا۔ 1834ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے حضرت مسیح موعود کے والد محترم مرزا غلام مرتضٰی کو قادیان کی ریاست کے 5 گاؤں واپس کر دیئے۔ یوں حضرت اقدس کا خاندان دوبارہ قادیان آبسا۔

ولادت باسعادت

حضرت مسیح موعود سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیان میں حضرت مرزا غلام مرتضٰی کے گھر حضرت چراغ بی بی کے بطن سے 14 شوال 1250ھ بمطابق 13 فروری 1835 بروز جمعہ طلوع فجر کے بعد پیدا ہوئے۔ حضرت مسیح موعود کی والدہ ماجدہ اکثر کہا کرتی تھیں۔

''ہمارے خاندان کی مصیبت کے دن تیری ولادت کے ساتھ پھر گئے اور فراخی میسر آ گئی اسی لئے وہ آپ کی پیدائش کو نہایت مبارک سمجھتی تھیں۔''

والد صاحب کے تفکرات اور تاثرات

آپ کے والد ماجد اکثر فرمایا کرتے تھے۔

''بیٹا غلام احمد ہمیں تمہارا بڑا فکر ہے۔ تم روزگار کرو کب تک دلہن بنے رہو گے۔ میں کب تک رہوں گا۔ چلو میں تمہیں کہیں ملازم کرا دیتا ہوں۔ آپ جواب دیتے جو خدا کا ملازم ہو اسے کسی اور ملازمت کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کے والد صاحب نے ایک بار فرمایا۔ میرا یہ بیٹا ملاں ہی رہے گا۔ چلو میں اس کے واسطے کوئی مسجد ہی تلاش کر دوں۔ اور نہیں تو دس بیس من دانے ہی گھر آ جایا کریں گے۔ کبھی کبھی آپ کے والد فرمایا کرتے تھے۔ غلام احمد ہے تو یہ نیک صالح مگر اب زمانہ ایسوں کا نہیں۔ پھر آبدیدہ ہو کر کہتے۔ جو حال پاکیزہ غلام احمد کا ہے وہ ہمارا کہاں ہے؟ یہ شخص زمینی نہیں آسمانی ہے۔ یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔''

حضرت مسیح موعود کے ایک ہم عمر ہندو کی شہادت ہے۔

''میں تو سمجھتا ہوں کہ پرمیشر مرزا صاحب کی شکل اختیار کر کے زمین پر اتر آیا ہے۔''

شوقِ عبادت و عشق قرآن

حضرت اقدس کو شروع سے ہی نماز سے گہرا تعلق تھا۔ آپ اپنی ہم سن لڑکی جو بعد میں آپ سے بیاہی گئی سے اکثر کہتے۔

''دعا کر خدا میرے نماز نصیب کرے۔''

آپ قرآن مجید کا بکثرت مطالعہ کرتے تھے۔ مرزا سلطان احمد کی روایت ہے۔

''آپ کے پاس ایک قرآن تھا اسے پڑھتے رہتے تھے۔ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہوگا۔''

مولوی غلام رسول کی دوررس نگاہ

مولوی غلام رسول صاحب آف قلعہ میاں سنگھ جو ولی اللہ تھے انہوں نے حضرت اقدس کو بچپن میں دیکھ کر فرمایا۔

'' اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبی کے قابل ہے۔''

مولوی محمد حسین بٹالوی کی عقیدت

بٹالوی صاحب جب دہلی سے فارغ التحصیل ہو کر بٹالہ آئے تو ان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ حضور کا جوتا آپ کے سامنے سیدھا کر کے رکھتے اور اپنے ہاتھ سے وضو کرانا موجبِ سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت مسیح موعود اپنے فطری رجحانات کے بارہ لکھتے ہیں۔

''المسجد مکانی و الصالحون اخوانی و ذکر اللّٰہ مالی و خلق اللّٰہ عیالی۔''

ترجمہ: بیت الذکر میرا مکان ہے۔ اور صالح لوگ میرے بھائی ہیں اور ذکر الٰہی میرا مال ہے اور اللہ کی مخلوق میرا کنبہ ہے۔

والد ماجد کی اطاعت میں مقدمات کی پیروی

1849ء میں جب انگریزوں نے سکھا شاہی کو زیر کر لیا تو پنجاب کے بعض رؤساء کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔ ان میں حضرت اقدس کے والد بزرگوار مرزا غلام مرتضٰی بھی تھے۔ آپ کے والد نے جاگیر واپس لینے کے لئے مقدمات کا سلسلہ شروع کر دیا اور ان مقدمات کی پیروی کی ذمہ داری حضرت اقدس کے سپرد کر دی۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

''ان ایام میں میرے والد صاحب نے مجھے ان مقدمات کی پیروی میں اور زمینداری امور کی نگرانی پر لگا دیا تاکہ میں دنیاداروں کی طرح بن جاؤں، مگر افسوس کہ میرا بہت سا عزیز وقت ضائع ہوا۔ نیز چونکہ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہ تھا۔ اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ بنا رہتا۔''

سیالکوٹ میں قیام اور حفاظت خداوندی

سیالکوٹ کی کچہری میں آپ نے ملازمت اختیار کی۔ آپ ایک چوبارہ پر پندرہ سولہ افراد کے ہمراہ سو رہے تھے کہ رات کو شہتیر سے ٹک ٹک کی آواز آئی جس سے آپ سمجھ گئے کہ چھت گرنے والی ہے۔ تب آپ نے ساتھیوں کو جگایا اور کہا کہ شہتیر خطرناک ہے باہر نکل چلو۔ انہوں نے کہا کوئی چوہا وغیرہ ہوگا اور آپ کی بات کی کوئی پرواہ نہ کی۔ تب آپ نے تیسری بار سختی سے جگا کر انہیں چوبارہ سے باہر نکالا۔ آخر میں آپ نے جونہی قدم چوبارہ سے باہر رکھا تو چوبارہ کی چھت نچلی چھت کو بھی ساتھ لے کر دھڑام سے نیچے آ گری۔ یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل آپ کے سب ساتھیوں کو موت کے منہ سے نکال لیا۔

مذہبی گفتگو اور دوڑ میں سبقت

سیالکوٹ میں آپ کو عیسائی پادریوں کے ساتھ متعدد بار گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ پادری بٹلر صاحب آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔

سیالکوٹ کے قیام کی زندگی میں آپ کے وجود میں ایک زاہدانہ اور صوفیانہ زندگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ سیالکوٹ کی ملازمت کے دوران جب کچہری کے کاموں سے فارغ ہوئے تو تیز دوڑنے کا ذکر چل پڑا۔ وہاں ایک شخص بلّا سنگھ نے سب سے زیادہ تیز دوڑنے کا دعویٰ کر دیا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا: ''آؤ میرے ساتھ مقابلہ کر لو۔'' چنانچہ دوڑ شروع ہوئی۔ بلّا سنگھ بہت پیچھے رہ گئے اور حضرت اقدس بہت پہلے پہنچ کر مقابلہ جیت گئے۔ جہاں دینی معاملات میں حضرت اقدس کی سبقت عیاں تھی وہاں جسمانی دوڑ میں بھی آپ سبقت لے گئے۔

سیالکوٹ میں قیام کے دوران حضرت اقدس نے جن لوگوں کے مکانوں میں سکونت اختیار فرمائی وہ آپ کو ولی اللہ قرار دیتے تھے۔

منشی سراج الدین کی چشم دید شہادت

'' آپ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔''

شمس العلماء سیّد میر حسن صاحب کا بیان

آپ خدا کے ان خاص بندوں میں سے ہیں جو دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں۔

جب آپ مقدمات اور ملازمت کے جھمیلوں سے تنگ آ گئے تو آپ نے والد صاحب کی خدمت میں درخواست لکھی ''میں چاہتا ہوں کہ باقی عمر گوشۂ تنہائی، خلوت نشینی اور یاد الٰہی میں بسر کروں۔ مجھے اجازت دی جائے''۔ چنانچہ 1867ء میں آپ ملازمت سے استعفیٰ دے کر واپس قادیان آ گئے۔

خدا کی خوشنودی

جب محمد حسین بٹالوی صاحب دلّی سے تحصیلِ علم کر کے واپس آئے تو اہل حدیث اور حنفیوں کے مابین بحث چھڑ گئی۔ اتفاق سے انہی دنوں حضرت اقدس کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ میں مقیم تھے۔ ایک شخص کے اصرار پر آپ کو تبادلۂ خیالات کیلئے بٹالوی صاحب کے مکان پر جانا پڑا۔ حضرت اقدس نے بٹالوی صاحب سے پوچھا آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا قرآن مجید سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا آپ کا عقیدہ درست اور معقول ہے۔ لوگوں نے شور مچا دیا کہ ہار گئے، ہار گئے۔ جو شخص آپ کو لے کر گیا تھا طیش میں آ کر کہنے لگا کہ آپ نے ہمیں ذلیل کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں یہ کہوں کہ امتی کا قول رسول کے قول پر مقدم ہے۔ اس طریق پر خدا نے خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے الہام کیا۔

''تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔ وہ تجھے برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''۔

لالہ شرمپت کیلئے نشان

لالہ شرمپت کے بھائی لالہ بشمبر داس قیدی تھے ایک دن معاند اسلام لالہ شرمپت نے کہا کہ غیبی خبر اسے کہتے ہیں آج کوئی بتائے ہمارے قیدی بھائی کا انجام کیا ہوگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آنحضورؐ کے پیروکاروں پہ اللہ تعالیٰ اسرار کھولتا ہے۔

جبکہ دیگر اقوام اس فیض سے محروم ہیں۔ دعا سے منکشف ہوا کہ نصف قید معاف ہوگی۔ لالہ شرمپت نے یہ نشان دیکھا تو کہا۔

''آپ نیک بندے ہیں اس لئے خدا نے غیب ظاہر کردیا۔''

روزوں کا مجاہدہ

حضرت اقدس کو جنابِ الٰہی سے روزوں کے عظیم مجاہدہ کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ اس کی تعمیل میں آپ نے آٹھ یا نوماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ روزوں کا یہ مجاہدہ مخفی طور پر تھا۔ گھر سے جو کھانا آتا وہ بچوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ یہ دن انوارِ الٰہی کی بارش کے دن تھے جن میں آپ کو عالمِ روحانی کی سیر کرائی گئی۔ خدا کی تجلّیات کے نظارے دکھائے گئے۔ گزشتہ انبیاء اور چوٹی کے صلحاء سے ملاقاتوں کے علاوہ کئی بزرگوں کی عین بیداری میں زیارت نصیب ہوئی۔ یہ بے نظیر عاشق رسول کا معراج تھا جو مسلسل کئی ماہ تک جاری رہا۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب کا بیان

جب حضرت میر ناصر صاحب کا تبادلہ لاہور ہو گیا تو آپ اپنے اہلِ خانہ کو حضرت اقدس کے گھر قادیان ٹھہرا گئے تھے۔ یہ وہی میر ناصر نواب صاحب ہیں جن کی بیٹی سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ حضرت اقدس کے نکاح میں آئیں۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب کا کہنا ہے۔

''جب تک میرے گھر والے مرزا صاحب کے گھر رہے مرزا صاحب کبھی گھر میں داخل نہیں ہوئے بلکہ باہر کے مکان میں رہے اس قدر ان کو میری عزت کا خیال تھا''۔ حضرت میر ناصر صاحب کا بیان ہے'' مرزا غلام قادر کا چھوٹا بھائی یعنی مرزا غلام احمد بہت نیک اور متّقی ہے۔''

حضرت میر ناصر نواب صاحب کی زوجہ محترمہ کی روایت ہے کہ

میں نے دیکھا کہ ایک کوٹھڑی میں حضرت مسیح موعود کھڑکی کے پاس بیٹھے قرآن شریف پڑھ رہے تھے میرے پوچھنے پر بتایا گیا'' یہ مرزا صاحب کا چھوٹا لڑکا ہے بالکل ولی آدمی ہے اور قرآن ہی پڑھتا رہتا ہے۔''

مولوی عبداللہ غزنوی کی شہادت

حضرت اقدس کو جس بزرگ سے بے حد الفت رہی وہ مولوی عبداللہ غزنوی تھے آپ صالح مردانِ خدا میں سے تھے۔ مکالمہ الٰہیّہ کے شرف سے مشرف تھے۔ حضرت اقدس کی روایت ہے کہ میں نے کہا'' آپ ملہم ہیں ہمارے ایک مدّعا کیلئے دعا کریں۔ انہوں نے فرمایا الہام اختیاری امر نہیں ہے۔ مدّعا یہ تھا کہ خدا دینِ محمدی کا مددگار ہو۔ تھوڑے دنوں بعد خط ملا۔ اس عاجز نے آپ کیلئے دعا کی تو یہ القاء ہوا (کافر قوم پر ہماری مدد کر) عاجز کو بہت کم اتفاق ہوا کہ کسی دعا کے جواب میں اتنی جلدی القاء ہوگیا ہو۔ اس امر میں میں آپ کا اخلاص دیکھتا ہوں۔'' مولوی عبداللہ غزنوی کا فرمانا ہے۔

''حضرت مرزا صاحب میرے بعد ایک عظیم الشان کام کیلئے مامور ہوں گے'' ان کا الہام ہے ''ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا مگر افسوس میری اولاد محروم رہی۔''

والد صاحب کی وفات

حضرت اقدس کو اپنے والد صاحب کی وفات پر صدمہ ہوا اور یہ خیال گزرا کہ شاید اب تنگی کے دن آویں گے۔ اسی وقت الہام ہوا

''الیس اللّٰہ . . . '' خدا نے اس الہام کو ایسا سچا کر دکھایا کہ وہ باپ سے بڑھ کر متکفّل ہوا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد بڑے زور شور سے مکالمہ ومخاطبہ کے نزول کا سلسلہ شروع ہوا اور بہت ساری اخبار غیبیہ کا انکشاف ہوا۔

حضرت اقدس مسیح موعود نے عیسائیت اور ہندوازم کے ناپاک حملوں کو دیکھ کر دین کے دفاع میں ایک معرکۃ الاراء اور شہرہ آفاق کتاب تصنیف کی۔ جس میں دین کی فضیلت رسول کریم کی صداقت اور قرآن کریم کی فوقیت 300 دلائل سے ثابت کی نیز مذاہب عالم کو چیلنج کیا کہ جو شخص ان دلائل کا کم ازکم پانچواں حصّہ اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھائے۔ یا ان دلائل کو نمبروار توڑ دے تو میں بلا تامل اپنی دس ہزار کی جائیداد اس کے حوالہ کردوں گا۔

کتاب کے مؤلف کے بارہ میں ہم عصر بزرگان کی آراء

☆ حضرت صوفی احمد جان اپنے ہونے والے مرید کو کہتے۔'' سورج نکل آیا ہے۔ اب تاروں کی ضرورت نہیں۔ حضرت صاحب کی بیعت کرو۔''

☆ صوفی میر عباس علی شاہ لدھیانوی کہتے تھے'' اس کتاب سے شانِ نبوت کی بو آتی ہے۔''

☆ مولوی محمد یوسف صاحب بول اٹھے کہ'' یہ شخص کوئی بڑا کامل ہے''۔

☆ فاضل شاعر نواب ضیاء الدین احمد خان نے کہا۔'' اس کا مصنف اگلی صدی کا مجدد ہوگا''۔

ماموریت کا پہلا الہام

اوائل میں حضرت اقدس کو بیت اقصیٰ میں کشفاً دکھایا گیا کہ'' ایک باغ لگایا جارہا ہے اور میں اس کا مالی مقرر ہوا ہوں''۔ اس کے ایک عرصہ بعد آپ کو حالتِ کشف میں اپنے آقا کی زیارت ہوئی۔ جس میں دیکھا کہ ان کے چہرہ سے نور کی کرنیں نکل کر آپ کے اندر داخل ہورہی ہیں۔ آپ یہ نور ظاہری روشنی کی طرح مشاہدہ کررہے تھے۔ 1882ء میں الہامِ الٰہی کے دروازے کھل گئے اور ماموریت کا پہلا اور تاریخی الہام نازل ہوا جو یہ ہے۔

یا احمد بارک اللّٰہ فیک . . . . . .

ترجمہ: اے احمد اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود کو بابرکت کر دیا ہے۔ تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ رحمن خدا ہی ہے جس نے قرآن کریم سکھایا تا کہ تو ایسی قوم کو انذار کرے جن کے آباؤ اجداد کو انذار نہیں کیا گیا تا کہ مجرموں کی راہ ممتاز ہوجائے۔ تو کہہ دے کہ یقیناً مجھے مامور کیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں سے پہلا مومن ہو جاؤں۔

☆...........☆...........☆

عہد بیعت

بیعت کا ہے یہ عہد ہمیں جان سے پیارا
جو اِس سے پھرے، اُس کے مقدر میں خسارہ
ہم عہد نبھائیں گے جو اللہ سے باندھا
حاضر ہے ہر اِک بوجھ اُٹھانے کو یہ کاندھا
ہم لوگ ہیں اِس دور کا اِک تازہ شمارہ
بیعت کا ہے یہ عہد ہمیں جان سے پیارا
ملتی ہے وفادار کو ہی عزت و شوکت
بد عہد کی قسمت میں کہاں رحمت و نصرت
بد بخت ہے وہ شخص کہ جو قول پہ ہارا
بیعت کا ہے یہ عہد ہمیں جان سے پیارا
برکاتِ رسالت کا ہی جھرنا ہے خلافت
دُنیا کو ابھی علم نہیں کیا ہے خلافت
ہے موجِ حوادث میں سکوں بخش کنارہ
بیعت کا ہے یہ عہد ہمیں جان سے پیارا
ہے بیعت کنندہ پہ سدا ہاتھ خدا کا
چھوڑے نہ وہ دامان اگر صبر و رضا کا
آخر کو بدل جاتا ہے خود وقت کا دھارا
بیعت کا ہے یہ عہد ہمیں جان سے پیارا
اللہ سے باندھے گئے پیماں پہ ہیں نازاں
جو ہم پہ ہے اُس چشمِ نگہباں پہ ہیں نازاں
اُس آنکھ کا ہم خوب سمجھتے ہیں اشارہ
بیعت کا ہے یہ عہد ہمیں جان سے پیارا
اعداء کی نگاہوں میں تو مومن بھی نہیں ہیں
ہم لوگ مگر تختِ خلافت کے امیں ہیں
ہے اوجِ ثریا پہ مقدر کا ستارہ
بیعت کا ہے یہ عہد ہمیں جان سے پیارا

ا۔ع۔ملک

حضرت مسیح موعود کی خدمت قرآن کے مختلف پہلو

قرآن مجید کی قوت استدلال، ترتیب، مقطعات، قسمیں اور اسماء الٰہیہ کے فلسفہ کی تفصیل

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب

حضرت مسیح موعود کی سیرت اور آپ کے کارناموں کا مطالعہ ایک نہایت دلچسپ اور لذیذ مشغلہ ہے۔ خصوصاً جب انسان آپ کے ان کارناموں پر نظر کرتا ہے۔ جو علمی نقطہ خیال سے علمی دنیا میں ایک انقلاب عظیم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تو آپ کی شان بعثت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم کی حقیقت کو جس رنگ میں پیش کیا ہے اور جو کچھ آپ نے اس کی شان بلند کے اظہار میں سعی کی ہے۔ وہ اس مختصر مضمون میں بیان نہیں کی جاسکتی اور سچ تو یہ ہے کہ جیسے مسیح موعود (رجل فارس) کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ وہ قرآن یا ایمان کو ثریا سے لائے گا اس کا ایک پُرکیف نظارہ ہم دیکھتے ہیں۔ جب قرآن کریم کے حقائق و معارف کو آپ کی تصانیف میں پڑھتے ہیں۔ میں اس مضمون میں اپنے ذوق ومعرفت کے موافق اجمالی رنگ میں بیان کروں گا۔

قرآن کی علمی قوت

قرآن کریم کے متعلق حضرت مسیح موعود نے سب سے پہلا جو کام کیا۔ وہ قرآن مجید کی قوت استدلال کے اعجاز کا اظہار تھا اور یہ ایسے طریق پر پیش کیا گیا کہ دنیائے مذہب میں اس سے ایک تہلکہ مچ گیا اور مجالس مناظرہ کی صف الٹ گئی۔ اس حقیقت کا جہاں تک حضرت مسیح موعود کے سوانح حیات سے تعلق ہے یہ 77-1876ء کا زمانہ ہے جبکہ آپ نے ہندوستان کے جدید مذہب آریہ کے مقابلہ کے لئے قلم اٹھایا۔

آپ نے اپنے حریف مخالف کے سامنے قرآن کریم کی صداقت کو اس رنگ میں پیش کیا۔ جس سے قرآن کریم کی عظمت وشان کا اظہار ہوا اور بالمقابل حاملین وید اپنی کتاب کے عجز کو عملاً تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس دعویٰ کا خلاصہ یہ تھا کہ جو دعویٰ کیا جاوے وہ اپنی ہی مذہبی کتاب سے کیا جاوے اور اس کے دلائل بھی اسی کتاب سے دیئے جاویں۔ یہ ایک ایسا حربہ تھا اور ہے اور رہے گا کہ کسی کو اس مقابلہ میں آنے کی ہمت نہیں پڑی یہ قرآن مجید کی اعجازی قوت استدلال تھی۔

اسی سلسلہ میں آپ نے منکرین دین کے حملوں کے جواب اور دفاع کے لئے بھی قرآن مجید ہی کو ہاتھ میں لیا۔ قرآن مجید کی جس آیت یا مقام پر کسی منکر نے خواہ وہ کسی فرقہ یا قوم سے تعلق رکھتا ہو۔ اعتراض کیا۔ قرآن مجید ہی سے آپ نے اس کا ایسا دندان شکن اور مسکت جواب پیش کر دیا کہ معترض کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ آپ نے ایسے معترضین کے جواب میں ایک ایسی حقیقت کو واضح کیا۔ جو آپ سے پہلے مخفی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جس مقام پر کسی نے حملہ کیا ہے قرآن مجید کے اسی مقام پر حقائق ومعارف کا ایک خزانہ ہے۔

پادری عمادالدین نے توزین الاقوال نام ایک کتاب لکھ کر قرآن مجید پر کچھ حملے کئے۔ حضرت مسیح موعود نے اس کے جواب میں نورالحق لکھی اور اس میں قرآن مجید کے جن معارف اور حقائق کا انکشاف فرمایا وہ ایک دولت گرانمایہ ہے۔ اس قسم کی ایک دو نہیں بے انتہا مثالیں آپ کی تصنیفات میں ملتی ہیں اور پھر آپ نے مختلف مذاہب کے مختلف عقائد باطلہ کی تردید صرف قرآن مجید ہی سے کر کے دکھائی ہے اور قرآن مجید کی آیات سے ایسا واضح استدلال کیا ہے کہ ایک موٹی عقل کا آدمی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

اسی سلسلہ میں ان تمام عقائد کی معقولیت اور حقیقت بھی آپ نے قرآن کریم ہی سے واضح کی جو دین پیش کرتا ہے اور کسی ایک مسئلہ کو بھی تشنہ بحث نہیں رہنے دیا۔ یہ امر بھی آپ کی تصانیف سے واضح ہے۔

قرآن آخری معیار ہے

پھر قرآن کریم کے متعلق جو دور از حق خیالات پیدا ہو کر عقیدہ کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ آپ نے بصیرت افروز رنگ میں ان غلط عقائد کو قرآن مجید ہی کی تعلیم پیش کر کے دور کیا۔ مثلاً ایک گروہ میں یہ غلط خیال پیدا ہو گیا تھا کہ (نعوذ باللہ) حدیث قرآن مجید پر قاضی ہے اور وہ قرآن مجید کو اپنی تفسیر اور توضیح کے لئے حدیث کا محتاج سمجھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود نے قرآن مجید کی اس توہین کو برداشت نہ کیا اور آپ نے پوری قوت اور جرأت کے ساتھ اس غلط عقیدہ کا بطلان ثابت کیا۔ اس کے لئے آپ نے دلائل و براہین کے ذیل میں دوسروں کی تصانیف کو اپنا مرکز و ماخذ نہیں بنایا۔ بلکہ قرآن مجید ہی کی آیات سے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن مجید ہی ایک ایسا معیار اور محک ہے کہ ہر صداقت اور ہر تعلیم جب تک اس کے دربار سے صداقت ثابت نہ ہو صداقت نہیں ٹھہر سکتی اور آپ نے اپنی ماموریت کی ایک شان یہ بھی ظاہر کی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم کی اشاعت اور اس کے صحیح اور ٹھیک ٹھیک منشاء کے ظاہر کرنے کے لئے مامور کیا ہے۔ (مفہوم حضرت اقدس)

اس مسئلہ پر بہت بڑی بحث 1891ء میں بمقام لدھیانہ میں ہوئی۔ وہ مباحثہ الحق لدھیانہ کے نام سے چھپا ہوا موجود ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود پر قرآن کریم کی محبت اور عشق کس قدر غالب ہے اور قرآن کریم کی شان حقیقی کے اظہار کے لئے آپ کس قدر جوش اور غیرت رکھتے ہیں۔ غرض آپ نے قرآن مجید کا اصلی اور صحیح مقام واضح کیا کہ قرآن کریم ہر ایک وجہ سے احادیث پر مقدم ہے اور احادیث کی صحت اور عدم صحت پر کھنے کے لئے وہ ایک محک ہے۔

یہ باتیں تو میں نے اجمالی رنگ میں قرآن کریم کے مقام اور اس کی قوت استدلال کے متعلق بیان کیں لیکن اب میں حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی روشنی میں قرآن کریم کے اس حسن و جمال کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو خود قرآن مجید کی تعلیم کے ذاتی حسن کا مظہر ہے۔ جس سے دنیا ناواقف و غافل تھی۔ حضرت مسیح موعود کے ظہور و بعثت سے پہلے فیج اعوج کے زمانہ میں قرآن مجید کو ترک کر دیا گیا تھا اور اس ترک و ہجر کا نتیجہ یہ ہو چکا تھا کہ قرآن مجید ان کے لئے کوئی دستورالعمل نہ رہا تھا بلکہ قرآن مجید کو انہوں نے ایک ایسی کتاب بنا لیا تھا کہ:

(1) کوئی اس کے مفہوم ومنطوق سے واقف نہیں ہو سکتا۔ ((2 وہ محض تبرک کے طور پر رکھنے کے لئے ہے۔ ((3 قرآن مجید کی تفسیر اور ترجمہ تک کو گناہ سمجھ لیا گیا اور اس میں کسی جدید اجتہاد اور تدبر کو منع کر دیا گیا۔

عملی قوتوں کو کمزور کرنے کے لئے اسے منتر جنتر کی شکل میں اوراد و اعمال کا نام دے کر تبدیل کر دیا اور جب ان حالات میں انگریزی تعلیم کی اشاعت ہوئی اور مغربی علوم نے مذاہب کی موجودہ حیثیت پر نقد و تبصرہ کرنا چاہا تو لوگوں نے جو اجتہاد و تدبر کے دروازہ کو بند کر چکے تھے اور مغربی فلسفہ اور علوم کے خلاف کفر کے فتوے دے کر فارغ ہو بیٹھے تھے۔ بجز اس کے کوئی مفر نہ دیکھا کہ قرآن کریم پر جو شخص اعتراض کرے یا اس کی حقیقت سمجھنا چاہے۔ اسے زندیق قرار دیں ایسے وقت اور ان حالات میں حضرت مسیح موعود نے مغربی فلسفہ اور سائنس کے رنگ میں آنے والے اعتراضات کے جواب کے لئے قرآن مجید ہی کی روشنی میں قلم اٹھایا اور قلم کیا اٹھایا۔ مغربی علوم و فلسفہ کے شیدائیوں کو قرآن مجید کے آستانہ پر گرا دیا یہ قرآن مجید کی اندرونی خوبیوں اور حسن و جمال کا بیان تھا۔

اگر میں حسن و جمال قرآن کی تفاصیل میں جاؤں تو یہ مضمون بہت طویل الذیل ہو جائے گا اور پھر بھی ادھورا اور نامکمل ہی رہے گا۔ اس لئے میں مختصر طور پر بعض امور کو بطور امثال پیش کر دیتا ہوں اور بعض کی صرف ایک فہرست دے دوں گا۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب

(الف) قرآن مجید کی ترتیب

اس عہد اشاعت علوم و فلسفہ میں قرآن مجید پر علمی رنگ میں اعتراض کرنے والوں کی ایک جماعت ایسی بھی پیدا ہو گئی جنہوں نے قرآن مجید کی ترتیب اور اسلوب بیان پر اپنے خیال میں علمی اعتراض کیا اور انہوں نے کہا کہ قرآن مجید کی آیات میں کوئی ربط اور تعلق نہیں۔ بعض نے اس اعتراض کی معقولیت اور وزن کے سامنے کسی دوسرے رنگ میں سر جھکا دیا جبکہ انہوں نے بعض آیات کے متعلق کہہ دیا کہ تقدیم و تاخیر قرآن کریم میں پائی جاتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود نے اس اعتراض کا جواب ایسے رنگ میں دیا کہ ترتیب واسلوب قرآن کریم کے متعلق آپ نے ایک علم جدید پیدا کر دیا اور قرآن مجید کی ترتیب کے اعتراض کا جواب (جہاں تک آپ کی تاریخ تصنیف سے تعلق رکھتا ہے) سب سے اول آپ نے پادری عمادالدین ......امرتسری کے اعتراض کے جواب میں دیا جبکہ اس نے اپنی ایک کتاب میں بسم اللہ کی ترتیب پر اعتراض کیا تھا کہ قواعد بلاغت کے لحاظ سے رحیم پہلے ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود نے اس کے جواب میں براہین احمدیہ میں قلم اٹھایا اور اس میں قرآن مجید کی ترتیب پر اصولی بحث کی اور خصوصیت کے ساتھ پادری عمادالدین کے اس اعتراض کے جواب میں نہایت وضاحت کے ساتھ بتایا کہ یہ ترتیب طبعی ہے اور اس کے سوا اور کوئی ترتیب ہو ہی نہیں سکتی۔ قواعد بلاغت کی حقیقت اور فلسفہ بھی نادان معترض کو بتایا۔ اسی طرح قرآن مجید کے متعدد مقامات کی تفسیر اور توضیح کرتے وقت حضور نے ترتیب قرآنی کے مسئلہ کو ایسا صاف کر دیا کہ آج آپ کی تعلیم اور روحانی تاثیرات سے فائدہ اٹھا کر ایک احمدی بچہ بھی قرآن مجید کی ترتیب اور اسلوب بیان کے متعلق قرآن مجید کی اعجازی قوتوں کا اظہار کرنے کی قدرت وقابلیت رکھتا ہے۔

(ب) مقطعات قرآنی کا فلسفہ

قرآن مجید کے حروف مقطعات کے متعلق بھی فیج اعوج کے زمانہ میں سخت بیہودگی واقع ہوئی اور اسے ایک گورکھ دھندا بنا دیا گیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے معارف وحقائق کے اس خزانہ کی کلید بھی دنیا کے سامنے رکھ دی اور ایسے رنگ میں اس حقیقت کو بے نقاب کیا کہ اب مقطعات قرآنی میں ایک علمی خزانہ نظر آتا ہے۔

اور ایک عجیب کمال یہ ہے کہ آپ نے جہاں مقطعات قرآن کے اسرار پر روشنی ڈالی اور اس کے معنی کر کے دکھائے ہیں وہاں یہ بھی قرآن مجید ہی سے بتایا کہ وہی معنی اس کے ہوسکتے ہیں اور اس پر بھی ترتیب طبعی اور معقولیت کو پیش کیا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں الٓمٓ...... کی تفسیر کرتے ہوئے کس طرح پر علل اربعہ کو ترتیب طبعی کے طور پر پیش کر کے الٓمٓ کے معنی کئے ہیں وہ مقام دیکھنے کے قابل ہے۔

افسوس تو یہ ہے کہ لوگ حضرت اقدس کی تصنیفات کی طرف پوری توجہ نہیں کرتے۔ براہین احمدیہ ایک ایسی کتاب ہے اور میرا تو اعتقاد ہے کہ آپ کی ہر تصنیف ہی ایسی ہے کہ اس کے پڑھتے ہوئے علوم قرآنی کا ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور اس قدر علمی مضامین دماغ میں گزرتے اور قلب پر گرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے خیر یہ تو ایک ذاتی بات تھی میں کہہ گیا۔ میرا مقصد اس کی طرف اشارہ کرنے سے یہ تھا کہ آپ نے مقطعات قرآن کے اس طلسم کو توڑ دیا۔ جو لوگوں نے بنا رکھا تھا اور جس سے قرآن مجید کے حسن و جمال پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور آج ہم مقطعات قرآنی کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے نہ صرف اپنے ایمان میں ایک لذیذ زیادتی پاتے ہیں بلکہ قرآن مجید کی صداقت پر دلائل کا ایک زبردست حربہ اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔

(ج) قرآن مجید ذوالمعارف اور زندہ کتاب ہے

قرآن مجید کے حقیقی حسن و جمال کی ایک شان لوگوں نے اس رنگ میں مٹادی تھی کہ انہوں نے قرآن مجید کی حقیقت کو خود سمجھا نہیں اور

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

کے مصداق ہوگئے انہوں نے ایک غلط اصطلاح تجویز کی کہ قرآن مجید ذوالوجوہ ہے حضرت مسیح موعود نے اس جہالت اور قرآن مجید کی اس ہتک کرنے والی اصطلاح پر تہدید کی اور بتایا کہ قرآن مجید ذوالوجوہ نہیں ذوالمعارف ہے اور اس ایک لفظ سے قرآن مجید کے مقام کو ایک غیر فانی اور ابدی کتاب کے رنگ میں (جو فی الحقیقت اس کا حصہ ہے) دنیا کے سامنے پیش کیا اور اپنی تصانیف میں یہ بھی ظاہر فرمایا کہ وہ ایک زندہ کتاب ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ زندہ خدا، زندہ نبی اور زندہ کتاب اور زندہ مذہب کی اصطلاح ہی دنیا میں آپ نے پیش کی اور قرآن مجید کے زندہ کتاب ہونے کا ثبوت اس کی تاثیرات سے دنیا کے سامنے پیش کیا اور یہ امر کھول کھول کر بیان کیا کہ قرآن مجید کی متابعت کے آثار کشف حقائق و مکالمات الٰہیہ اور اخلاق فاضلہ اور روحانی ارتقاء اس زمانہ میں بھی دکھایا جاسکتا ہے اور ہر زمانہ میں اس کی تاثیرات اور ثمرات کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اور یہ اس کی زندگی اور زندگی بخش کلام ہونے کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

(د) علوم قرآنی کا اظہار علوم مغربی کے مقابلہ میں

قرآن مجید کے حسن و جمال کے اظہار کے سلسلہ میں آپ نے عہد حاضرہ کے مغربی علوم اور فلسفہ کو دیکھتے ہوئے قرآن مجید کے علوم اور فلسفہ کے مقام کو واضح کیا۔ چنانچہ آسمان اور زمین کی پیدائش، شہاب ثاقب ملائکہ۔ وحی و الہام وغیرہ امور پر جو اعتراضات علمی رنگ میں کئے جاتے تھے۔ حضور نے قرآن کریم کی روشنی میں قرآنی سائنس کے انکشافات کو دنیا کے سامنے رکھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نوجوان جو مغربی علوم کے پجاری ہو کر قریب تھا کہ ترک حق کریں اور دہریے یا مرتد ہو جائیں۔ وہ مضبوط اور خود دین کی اشاعت کے لئے کھڑے ہوگئے۔ یہ تفصیل بھی بہت ہی طویل ہے اور یہ مختصر مضمون اس کا حامل نہیں ہوسکتا۔

(ہ) قرآنی قسموں کا فلسفہ

پھر قرآن مجید کے حسن و جمال پر ایک پردہ قرآن مجید کی قسموں کی فلاسفی نہ جاننے کی وجہ سے پڑا ہوا تھا۔ وہ لوگ جو قرآن مجید کے کشف حقائق کے لئے ذمہ دار تھے۔ انہوں نے ایسی کیفیت پیدا کردی تھی کہ یہ حسن بجائے خود ایک داغ نظر آتا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید کی قسموں پر خطرناک اعتراضات کئے گئے اور معترضین نے مستقل کتابیں اس پر لکھیں۔ حضرت مسیح موعود نے قرآن مجید کی قسموں پر وہ لطیف بحث کی کہ اس کی نظیر متقدمین میں نہیں ملتی اور سچ تو یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں یہ ضرورت ہی پیدا نہ ہوئی تھی یہ امور اس عہد سائنس وعلوم کے لئے مقدر تھے اور خدا تعالیٰ کی مشیت نے یہی تجویز کیا تھا۔

(و) معجزات قرآنی کی حقیقت

پھر اسی سلسلہ میں قرآن مجید کے معجزات پر جب آپ نے قلم اٹھایا تو سب کے قلم توڑ دیئے۔ آپ نے ایک جدید راستہ قرآن مجید ہی میں اس کے معجزات کے متعلق پیش کیا۔ آپ سے پیشتر یہ رنگ اور طریق کسی کی کتاب میں نہیں ملتا۔ آپ نے قرآن مجید کے معجزات اور خوارق کی ایک تقسیم کی اور وہ تقسیم ایسی جامع اور دلآویز ہے کہ بے اختیار آپ کے لئے دعاؤں کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے قرآن کریم کے معجزات کو چار قسموں پر تقسیم کردیا۔ ((1 معجزات عقلیہ ((2 معجزات علمیہ ((3 معجزات برکات روحانیہ ((4 معجزات تصرفات خارجیہ۔ اس مسئلہ کی تاریخی حیثیت یہ ہے کہ ہوشیار پور میں مشہور آریہ لیڈر ماسٹر مرلی دھر سے آپ کا ایک مباحثہ معجزہ شق القمر پر ہوا۔ اس سلسلہ میں آپ نے قرآنی معجزات کی اس لطیف تقسیم کو پیش کیا اور قرآن مجید کے معجزات کی حقیقت کو ایسے طور پر مبرہن فرمایا کہ آج نئی روشنی اور علوم کے عہد میں قرآن مجید کا مقام معجزات کی حیثیت سے نہایت بلند اور سب سے ممتاز نظر آتا ہے۔ پھر معجزات کی حقیقت کو آپ نے دوسری تصانیف میں اور بھی وضاحت سے بیان فرمایا۔ نہ صرف یہ بلکہ معجزات کس رنگ میں صادر ہوتے ہیں اور اقتداری حیثیت میں ان کی شان کیا ہے۔ اس قسم کے مطالب پر آپ نے سیر کن بحث کر کے قرآن مجید کے حسن و جمال کی شان کو بلند کردیا اور قرآن مجید کے جمال روح پروری کے عشق میں آپ نے فرمایا۔ ع

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

(ز) اسماء الٰہیہ کا فلسفہ

منجملہ ان امور کے جو قرآن کریم کے اندرونی حسن و جمال کے مظہر ہیں۔ اسماء الٰہیہ کا فلسفہ ہے۔ آج تک لوگ یہی سمجھتے تھے کہ قرآن مجید میں جو خدا تعالیٰ کی صفات کا اظہار بعض اسماء کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ ان سے بجز اس کے کچھ مطلب نہیں کہ یہ چند نام ہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ کسی ایک یا دوسرے اسم کا تکرار یا ایک معدود تکرار بعض مطالب قہر ومہر یا تسخیر وغیرہ کے لئے منتر جنتر کے طور پر کام آسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے اسماء ربانی کی فلاسفی کو دنیا کے سامنے رکھا اور آپ نے ان اسماء کی تجلیات و تاثیرات کو ایسے رنگ میں مبرہن کیا کہ انسان حیران ہوجاتا ہے لیکن جو ایمانی کیفیت اس رنگ کو سمجھ لینے اور اس میں رنگین ہونے سے پیدا ہوتی ہے وہ وہی ہے جس کے لئے قرآن مجید صبغۃ اللہ کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے ان صفات الٰہیہ کو انسانی نشوونما اور اس کے روحانی ارتقاء کے لئے ایک زبردست قوت عمل قرار دیا ہے اور مختلف رنگوں میں اخلاق عالیہ کے حصول واکتساب کے لئے خدا تعالیٰ کی صفات کی مختلف تجلیات سے آگاہ کیا ہے۔

مثلاً سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے صفات اربعہ کو ام الصفات قرار دے کر جن حقائق کو آپ نے بیان کیا ہے۔ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک مقام پر نہیں اپنی مختلف تصانیف میں مختلف رنگوں میں ان اسرار کو آپ نے بیان کیا ہے۔ میں نے جو مفہوم حضرت کی تصانیف اور آپ کی تقریروں سے صفات الٰہیہ کے متعلق سمجھا ہے اور جس کی شیرینی اور لذت سے میں ہمیشہ شادکام ہوتا ہوں جبکہ میں اسماء الحسنیٰ پر غور کرتا ہوں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ میں نے اس نام کی ایک مخصوص تالیف اسی مضمون پر شائع کی۔

دنیا کے تمام مذاہب میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی نسبت اختلاف نہیں۔ بلکہ اختلاف صفات الٰہیہ کے غلط مفہوم نے پیدا کردیا اور بعض اوقات اس اختلاف نے نہایت ہی خطرناک صورت اختیار کر کے انسان کو اخلاقی اور روحانی طور پر اپنے مقام سے بہت ہی نیچے گرادیا۔

حضرت مسیح موعود نے یہ حقیقت ہم پر واضح کی کہ انسانی نفوس کی ہر قسم کی تکمیل وتہذیب اور اس کا نشو و ارتقاء جسمانی ہو یا اخلاقی یا روحانی وہ انہیں صفات کی تجلیات کے نیچے ہوتا ہے اور قرآن مجید نے اسماء الٰہیہ کا ایک ایسا اسلوب اور نظام محکم قائم کیا ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اس مقام تک نہیں پہنچی۔

آپ نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ صفات الٰہیہ یا اسماء الحسنیٰ کا جو قرآن کریم نے بیان کیا ہے اس کی غایت ومقصود یہ ہے کہ انسان اس صفت کی کیفیت اور تجلی کو اپنے اندر پیدا کرے اور اس کے سایہ میں ترقی کرے۔ ان صفات کی تقسیم بھی ایک مستحکم نظام اپنے اندر رکھتی ہے۔ مثلاً بعض اسماء ایسے ہیں جو تکمیل اور تربیت کی شان رکھتے ہیں اور انہیں انسان کی تخلیق اس کے نشوونما اور ارتقاء کے ساتھ تعلق ہے۔ جیسے خالق ہے۔ رازق ہے۔ رب ہے وغیرہ۔

پھر اسی طرح بعض صفات ہیں جو تہذیب نفس اور ارتفاع اخلاق کی شان پیدا کرتی ہیں۔ جیسے قدوس، سبوح غرض قرآن کریم نے انسان کے لئے نامتناہی ترقی کا ایک دروازہ کھول دیا ہے۔ اسماء الٰہیہ کی طرف اسے متوجہ کر کے۔ یہ حقیقت ایک گمشدہ صداقت تھی بلکہ مجھے کہنے دو کہ اچھوتی حقیقت تھی۔ اب تم خود غور کرو کہ جب اس اصل پر قرآن مجید کی صفات پر غور کرو گے۔ تو نہ صرف حقائق و معارف کا ایک بحر ذخار تمہیں نظر آئے گا بلکہ تہذیب اخلاق اور روحانیت کے خزانہ کی کلید تمہیں مل جائے گی اور یہ کلید حضرت مسیح موعود نے دی ہے دنیا کی تہذیب و تمدن معیار اخلاق وروحانیت میں جو اختلاف عظیم نظر آتا ہے۔ اس کا باعث صرف مسئلہ صفات الٰہیہ کا نہ سمجھنا ہے اور یہ توضیح حضرت مسیح موعود نے فرمائی اور بتایا کہ ہر قسم کی حسنات و خیرات کا حصول اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے سایہ میں آتا ہے جو قرآن مجید نے بیان کی ہیں اور اس کے بالمقابل ان صفات کی تجلیات سے پرے ہٹ جانا اور انہیں ملحوظ نہ رکھنا یہی گناہ اور بدی ہے اور خواہ اس کی مختلف حیثیتوں اور

حالتوں کے لحاظ سے یا اس کے نتائج اور ثمرات کے لحاظ سے ان کا نام کچھ بھی رکھا جاوے۔مثلاً اثم یا عدوان جرم یا ذنب غرض صفات الٰہیہ کے مسئلہ کو آپ نے ایسے رنگ میں پیش کیا کہ انسانی روح مضطرب ہو کر خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گرتی ہے اور اس میں طہارت نفس پیدا کرنے کے لئے جوش اور امنگ پیدا ہوتی ہے۔اس طرح پر آپ نے تکمیل نفس کا راز کھول دیا ہے اس حقیقت کو آپ نے اپنی تصنیفات میں کثرت کے ساتھ بیان کیا ہے۔مگر تھوڑے ہیں جو پڑھتے ہیں اور پڑھتے ہیں تو سوچتے ہیں اور پھر سوچتے ہیں تو عمل کرتے نہیں۔

میں ایک بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود نے صفات الٰہیہ کے مسئلہ کو جس رنگ میں بیان کیا ہے اور نفوس انسانی کی تکمیل کے لئے جو حیثیت دی ہے وہ ایک انفرادی صورت ہے۔بہت سے امور میں حضرت مسیح موعود کو ایک امتیاز حاصل ہے۔اس مسئلہ کے متعلق بھی آپ کو یہ امتیاز خصوصی حاصل ہے۔

غرض قرآن مجید کے حسن و جمال کو جس شان سے آپ نے ظاہر کیا ہے۔اس کی نظیر نہیں ملتی۔میں عقیدت اور ارادت کے رنگ میں یہ بات نہیں کہہ رہا ہوں۔بلکہ بصیرت اور ایک لذیذ شعور کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ آپ نے قرآن مجید کے علوم الٰہیہ اور دقائق عقلیہ اور تاثیرات باطنیہ کو تحدی کے طور پر ہمیشہ پیش کیا اور کسی کو آپ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔اس قسم کی تحدیوں اور ان پر انعامات کی تاریخ بجائے خود ایک دلچسپ تاریخ ہے اور اس کے لئے یہ مقام نہیں۔

یہ میں نے ایک مختصر سا نمونہ قرآن مجید کے حسن و جمال کی شان کا دکھایا ہے ورنہ حضرت مسیح موعود نے مختلف رنگوں میں قرآن کریم کی شان جمال و حیثیت جلال کو روشن کیا ہے۔مثلاً قرآن مجید کی تجلیات یعنی پیشگوئیوں کا جب آپ بیان فرماتے ہیں۔تو وہ ایک حیرت انگیز باب قرآن کریم کی جلالی حیثیت کا ہے۔اسی طرح اخلاقیات کے متعلق جب قرآن مجید کا فلسفہ اخلاق قرآن مجید کی تعزیرات اور جزائے اعمال میں مناسبت اور تعلق و ربط کی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔تو جہاں اس سے ایک عامی فائدہ اٹھاتا ہے۔وہاں ایک ماہر نفسیات ایک کیف و سرور کے ساتھ سر جھکا دیتا ہے۔روحانی علوم اور امور معاد کے متعلق قرآن کریم کی تعلیم اور توضیح کو جب آپ پیش کرتے ہیں۔تو غیب میں مشاہدہ کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔

روح اور اس کے خواص وصفات کے متعلق جو ہمہ گیر بحث آپ نے کی ہے۔میں کہتا ہوں اس کی نظیر پیش کرو اور پھر لطف یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ بھی اس کے متعلق پیش کیا ہے۔وہ سوفسطائیوں یا حکماء کے خیالات کے آثار نہیں۔بلکہ آپ نے قرآن مجید سے ہی اسے پیش کیا ہے۔اسی طرح جنت و نار کا فلسفہ قرآن مجید ہی سے پیش کیا اور نعماء جنت اور آلام جہنم کی حقیقت اور جزاء و سزائے اعمال سے اس کی مناسبت کو بھی قرآن مجید ہی سے دکھایا ہے میں کہاں تک بیان کروں یہ بہت ہی طویل بیان اور لذیذ داستان ہے۔بہت کچھ تفصیل سے اس کے متعلق لکھا جا سکتا ہے اور پھر بھی نا تمام اور ناقص رہنے کا یقین ہے۔اس لئے میں باوجودیکہ اپنے دل میں ایک جوش پاتا ہوں کہ بیان کروں۔چاہتا ہوں کہ پڑھنے والوں کے اشتیاق کو باقی رہنے دوں اور وہ خود سعی کریں کہ قرآن مجید کو حضرت اقدس مسیح موعود کی آنکھ سے دیکھیں۔

حضرت مسیح موعود کو قرآن مجید سے جو عشق اور محبت تھی اس کے لئے آپ کے دل میں جو غیرت اور جوش تھا اس کے لئے آپ کی زندگی کے واقعات گواہ ہیں جن میں سے بعض میں آپ کی سیرت میں لکھ چکا ہوں اور میں پڑھنے والے سے یہ کہوں گا کہ وہ سیرۃ اور سوانح حیات حضرت اقدس کو پڑھیں کہ وہ ایمان افزا چیز ہے۔

مختصر یہ کہ آپ قرآن کریم کی محبت اور عشق میں اس قدر محو اور مسرور نظر آتے ہیں کہ آپ کے کلام میں بے اختیار قرآن مجید ہی کی شان عظیم کا اظہار ہوتا ہے۔آپ کے فارسی عربی اور اردو کلام میں نثر ہو یا نظم قرآن مجید کی تعریف میں وہ کچھ لکھا گیا ہے کہ اسے پڑھ کر ایمان میں ایسے رنگ میں ترقی ہوتی ہے جیسے ایک فوارہ سے نہایت زور اور قوت کے ساتھ پانی اچھلتا ہے۔آپ کی اس مدح خوانی کی کیفیت کے لئے ایک ہی شعر آپ کا کافی ہے جس پر میں اس مضمون کو ختم کر دینا چاہتا ہوں۔آپ ایک وجد کی شان میں فرماتے ہیں۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(رسالہ جامعہ احمدیہ۔سالانہ نمبر دسمبر 1930ء)

جماعت احمدیہ کا طرّہ امتیاز
خدمت میں عظمت

مکرم مبارک احمد طاہر صاحب

مشہور مقولہ ہے ”خدمت میں عظمت ہے“ اور یہ آزمائی ہوئی بات ہے کہ خدمت خاموش اور مثبت اثر کرتی ہے اور جس کی خدمت کی جائے اس کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔انگریزی کہاوت ہے۔

Actions Speak louder than words.

افریقہ میں مجلس نصرت جہاں کے تحت خدمت کرنے والے ہمارے واقفین زندگی کو بارہا اس خوشکن تجربہ سے گزرنا پڑتا ہے کہ وہاں کے عوام جو صاف دل اور سیدھے سادے مزاج کے لوگ ہوتے ہیں ، تکلف اور بناوٹ سے مبرا عادات رکھتے ہیں وہ بلا جھجک اور بلا خوف تردید جماعت احمدیہ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور شاباش دیتے ہیں۔مجھے سیرالیون میں اپنے پندرہ سالہ قیام کے دوران اس کا بارہا تجربہ ہوا ہے۔

اسی طرح جب مارچ 2009ء میں خاکسار لائبیریا کے دورہ کے بعد واپس آ رہا تھا تو ایئر پورٹ پر سامان کی چیکنگ کے دوران جب کسٹم آفیسر نے میرا تعارف پوچھا اور میں نے جماعت احمدیہ کا حوالہ دیا تو اس نے فوراً میرا سامان بغیر چیک کئے یہ کہہ کر Clear کر دیا کہ آپ کے ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب احمدیہ کلینک منزوویا میں بڑی محبت اور توجہ سے ہمارا علاج کرتے ہیں اور دوائی دیتے ہیں تو ہم بھلا آپ کا سامان کیسے چیک کر سکتے ہیں؟

اسی طرح کی بے ساختہ تعریف کی ایک مثال ناصر احمدیہ سینئر سیکنڈری سکول بصے گیمبیا سے آئی جو مجلس نصرت جہاں کے تحت خدمات بجالانے والے ہمارے واقف ٹیچر مکرم شرجیل خان منہاس صاحب ایم ایس سی فزکس آف احمد نگر (نزد ربوہ) نے بھجوائی ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ مجھے ایک اجنبی شخص راہ جاتے ملا جو احمدی نہیں تھا۔اور کہنے لگا کیا تم انڈین ہو۔میں نے کہا نہیں۔میرا تعلق تو پاکستان سے ہے۔پھر اس نے کہا کہ آپ ناصر احمدیہ سکول میں بطور استاد کام کرتے ہیں۔میں نے اثبات میں جواب دیا تو اس شخص نے فوراً کہا۔

Ahmadiyya is doing lot of good things in the Gambia in the field of education and health.

مکرم شرجیل صاحب لکھتے ہیں اس راہ گیر نے ہمارے بانجل میں قائم نصرت ہائی سکول کا خاص طور پر ذکر کیا اور اس میں دی جانے والی تعلیم اور اس کے ڈسپلن سے خاصہ متاثر تھا۔مکرم شرجیل صاحب مزید لکھتے ہیں کہ جب وہ شخص یہ باتیں کر رہا تھا تو میں فخر محسوس کر رہا تھا کہ میں بھی جماعت احمدیہ کے نظام تعلیم کا حصہ ہوں اور نصرت جہاں (آگے بڑھو) سکیم کے تحت میدان عمل میں حاضر ہوں۔

☆...........☆...........☆

قادیاں بھی تھی نہاں

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیر غار

کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرور روزگار

کھول کر دیکھو براہیں جو کہ ہے میری کتاب
اس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اس کو ایک بار

(درثمین)

ذکر خدا پہ زور دے

ذکرِ خدا پہ زور دے ، ظلمت دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن ، دنیا میں جگمگائے جا

دوستوں دشمنوں میں فرق دابِ سلوک یہ نہیں
آپ بھی جامِ مے اڑا غیر کو بھی پلائے جا

خالی امید ہے فضول سعیٔ عمل بھی چاہئے
ہاتھ بھی تو ہلائے جا آس کو بھی بڑھائے جا

(کلام محمود)

مکرم محمد محمود طاہر صاحب

بیعت اولیٰ 23 مارچ 1889ء

ماموریت کا اعلان، شرائط، اغراض اور برکات بیعت

دین کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا۔ آپ کی 13 فروری 1835ء بروز جمعۃ المبارک قادیان دارالامان میں ولادت باسعادت ہوئی۔ اسی بستی میں آپ نے اپنا پاکیزہ بچپن گزارا۔ عبادت الٰہی، عشقِ مصطفیٰؐ، عشق قرآن آپ کی سرشت میں موجزن تھا۔ خلوت نشینی کو پسند فرماتے۔ اپنے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ کی خواہش پر چند سال سیالکوٹ میں ملازمت اختیار کی۔ اور اس عرصہ کو بھی آپ نے دینی برتری کے لئے استعمال کیا۔ یہاں ہی سے آپ نے دعوت حق دین کا آغاز فرمایا اور امور حقانی کے اثبات اور غلبہ کیلئے کامیاب سعی فرمائی۔ حقانیت دین کی اس کامیاب مہم کو مباحثات، مکالمات اور مضامین کی صورت میں جاری رکھا۔
قلمی جہاد کے لئے آپ نے ابتداءً اخبارات کا ذریعہ اختیار فرمایا۔ اخبارات و رسائل منگواتے اور مضامین بھی لکھتے۔ آپ کے والد ماجد کی وفات 1876ء میں ہوئی۔ اس وفات کی اطلاع آپ کو الہاماً ہوئی اور پھر فکر پیدا ہوئی تو الہاماً ہی کفالت الٰہی کے دائمی وعدہ سے آپ کو نوازا گیا۔ اور پھر کثرت مکالمات و مخاطبات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مختلف مذاہب کے ساتھ حقانیت دین کی خاطر میدان میں اترے اور کامیاب جرنیل کے طور پر متعارف ہوئے۔

خلعت ماموریت

1880ء سے 1884ء کے عرصہ میں اپنی معرکۃ الآراء تالیف براہین احمدیہ کی وجہ سے آپ کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا ان کتب میں دیئے گئے انعامی چیلنج کے مقابل پر کوئی سامنے نہ آیا یوں حقانیت دین سب پر آشکار کرنے میں سرخرو ہوئے۔ اسی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلعتِ ماموریت سے سرفراز فرمایا۔ ماموریت کا پہلا الہام 1882ء میں ہوا جس میں یہ خبر دی کہ

"اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے۔ جو کچھ تو نے چلایا وہ تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا۔ خدائے رحمن نے تجھے قرآن سکھایا۔ تا تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادا کو ڈرایا نہیں گیا۔ اور تا مجرموں کی راہ کھل جائے۔ تو کہہ دے میں خدا کی طرف سے مامور ہوں اور اول ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔"

ماموریت کے الہام کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیگر روحانی مراتب کے اعزازات اور القابات سے بھی یاد کیا جن سے آپ کی روحانی شان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ سب برکات مقام فنا کے نتیجہ میں اور عشق مصطفی ﷺ کے طفیل آپ کو حاصل ہوئیں۔

سعید فطرت لوگوں نے آپ کو پہچان لیا اس مقام کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ملا تھا اور پھر خود زمانہ بھی بزبان حال مامور من اللہ کا تقاضا کر رہا تھا۔ کئی سعید فطرت اور آپ سے عقیدت رکھنے والے لوگ آپ سے بیعت کی درخواست کرتے لیکن آپ یہی فرماتے کہ ابھی بیعت کا اذن نہیں ہے۔ بعض بزرگان تو اس اذن الٰہی کے انتظار میں راہی ملک بقا بھی ہو گئے۔ جیسے حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی۔

بیعت کا حکم

نشان نمائی کے مطالبہ پر آپ 1886ء میں سفر ہوشیار پور تشریف لے گئے جس کے نتیجہ میں آپ کو 20 فروری 1886ء والی عظیم الشان پیشگوئی پسر موعود سے نوازا گیا۔ 1888ء وہ سال ہے جب حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم ملا۔

"جب تو عزم کرے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر اور ہمارے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار کر جو لوگ تیری بیعت کریں گے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوگا"۔

اعلان بیعت

ایک طرف تو بشیر اول کی وفات (4 فروری 1888ء) کے نتیجہ میں مخالفین نے پیشگوئی پسر موعود کے تناظر میں ہنسی ٹھٹھا کیا اور طوفان بدتمیزی پیدا کر دیا تو دوسری جانب حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس وقت کو اعلان بیعت کے لئے موزوں ترین سمجھا تا جو لوگ اس سلسلہ میں آئیں وہ پاک طینت اور طیب صفات ہوں۔ چنانچہ حضور نے اشتہار یکم دسمبر 1888ء کے ذریعہ بیعت لینے کے اعلان فرمایا۔

شرائط بیعت

12 جنوری 1889ء کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس روز جہاں حضرت مسیح موعود نے اپنے سلسلہ میں داخلہ کے لئے دس شرائط بیعت لکھ کر اس کا اشتہار دیا وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے آنگن میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (مصلح موعود) کا پھول کھلا دیا۔ گویا ایک ہی روز میں شرائط بیعت اور حضرت مصلح موعود کی پیدائش نے بتا دیا کہ پسر موعود کے ذریعہ جماعت کو غیر معمولی استحکام ملے گا اور اشاعت دین ہوگی۔

لدھیانہ آمد

بیعت لینے کے لئے حضور نے لدھیانہ کے مقام کو منتخب فرمایا اور شرائط بیعت کے اشتہار 12 جنوری 1889ء کے بعد 4 مارچ 1889ء کو آپ لدھیانہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی کے مکان واقع محلہ جدید میں قیام پذیر ہوئے اور انہیں کے گھر کو بیعت اولیٰ کے لئے منتخب فرمایا۔ انہی ایام میں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کی شادی محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ بنت حضرت صوفی احمد جان صاحب مرحوم کے ساتھ ہوئی جس میں حضور بھی

قادیان، ہوشیار پور، لدھیانہ

حضرت مسیح موعود کی چند عالمگیر پیشگوئیوں کا عظیم الشان ظہور
انی مھین من اراد اھانتک
انی معین من اراد اعانتک
ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء
یدعون لک ابدال الشام و عباد اللہ من العرب
وسّع مکانک
مضمون بالا رہا
وہ بادشاہ آیا
یاتیک من کل فج عمیق
یاتون من کل فج عمیق
غلام احمد کی جے
بلاد دمشق
جنگ عظیم
24 مارچ 1907ء کا الہام ہے
لاکھوں لوگوں کو تہ و بالا کروں گا۔ آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق دو عالمی جنگیں ہو چکی ہیں جن میں کروڑوں افراد مارے جا چکے ہیں اور بے انتہا مالی نقصان بھی ہو چکا ہے۔
پیشگوئی مصلح موعود
20 فروری 1886ء کی پیشگوئی کے مطابق 12 جنوری 1889ء کو آپ کے بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود پیدا ہوئے۔ کثرت اولاد کے متعلق پیشگوئیوں کے مطابق آپ کی اولاد ہزار کے قریب پہنچ چکی ہے۔
ایم ٹی اے
قرآن و حدیث کے اشاروں اور بزرگان امت کی واضح پیشگوئیوں کے علاوہ حضرت مسیح موعود کو بھی ایک عالمی مواصلاتی نظام کی خبر دی گئی۔
12 دسمبر 1902ء کا الہام ہے ینادی مناد من السماء یعنی ایک منادی آسمان سے پکارے گا اس سے قبل 8 دسمبر 1902ء میں ایک کشف میں اپنے آپ کو ہوا میں تیرتے ہوئے دیکھا۔ پھر فرمایا کہ مسیح کی دعوت بجلی کی طرح سب سمتوں میں چمکے گی۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے 1994ء میں جماعت احمدیہ کو ایم ٹی اے کے قیام کی توفیق دی جس کے کئی چینلز کے ذریعہ خلافت اور جماعت کا ایک اٹوٹ رشتہ اور تربیتی نظام قائم ہو چکا ہے۔ کئی ممالک میں متعدد ریڈیو سٹیشن بھی کام کر رہے ہیں۔
طاعون کا نشان
قرآن و حدیث کی پیشگوئی کے مطابق آپ نے 6 فروری 1898ء کو پنجاب میں طاعون پھیلنے کی پیشگوئی فرمائی۔ چنانچہ 1902ء میں پنجاب میں طاعون میں شدت آنی شروع ہوگئی۔ حضور نے اپنی صداقت کے اظہار کے طور پر احمدیوں کی حفاظت کی پیشگوئی فرمائی اور کشتی نوح شائع کی۔ طاعون کی یہ عالمی وبا کئی براعظموں میں پہنچی مگر سب سے زیادہ پنجاب اس کا شکار ہوا۔ 1898ء سے 1913ء تک 22 لاکھ شہری ہلاک ہوئے۔
آدھا نام عربی آدھا انگریزی میں
حضرت مسیح موعود کا قریباً 1880ء کا کشف ہے فرماتے ہیں:
”ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے۔ لیکن بعض رؤیا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی تبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں۔“ (الحکم 10 ستمبر 1905ء)
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ہجرت بھی کی اور پھر ایم ٹی اے پر لقاء مع العرب پروگرام میں انگریزی اور عربی گفتگو کے ذریعہ دعوت الی اللہ کی توفیق پائی۔ نیز عربی رسالہ التقویٰ اور انگریزی رسالہ Review of Religions لندن سے باقاعدگی سے جاری ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے عربوں سے MTA کے ذریعہ عربی میں Live خطاب فرمایا۔
زار روس کی حالت زار
1905ء میں زار کی حکومت نہایت مضبوط اور طاقتور تھی حضور نے الہام الٰہی سے فرمایا:
”زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار“
چنانچہ 1917ء میں روس میں ہولناک انقلاب آیا اور زار اور اس کا تمام خاندان موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ وہ خود 16 جولائی 1918ء کو قتل کیا گیا۔
دعوت الی اللہ زمین کے کناروں تک
حضرت مسیح موعود کا 1898ء کا الہام ہے۔
میں تیری (دعوت) کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔
آج حضرت مسیح موعود کا پیغام دنیا کے ہر خطہ میں پہنچ چکا ہے۔ 209 ملکوں میں جماعت قائم ہے اور ہر سال لاکھوں لوگ عالمی بیعت کے ذریعہ جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔
دیکھو میرے دوستو اخبار شائع ہوگیا
خلافت احمدیہ کا قیام
بہشتی مقبرہ کا قیام
بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے
جلسہ سالانہ عالمگیر
لندن میں مدلل تقریر
دو عظیم شہادتیں
ایران کے متعلق
افغانستان کے متعلق
زلازل
دشمنوں کی ہلاکت
مرتبہ: عبدالسمیع خان

شریک ہوئے۔

حضرت صوفی احمد جان صاحب کا گھر بعد میں ''دار البیعت'' کہلایا۔اب بھی یہ مکان جماعت کے پاس ہے اور احباب جماعت اس تاریخی اور بابرکت مقام میں دعا کے لئے جاتے ہیں۔

اغراض بیعت

لدھیانہ سے 4/مارچ 1889ء کے اشتہار کے ذریعہ حضور نے بیعت کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے۔آپ نے تحریر فرمایا کہ

''یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔تا ایسا متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق (دین حق) کے لئے برکت وعظمت ونتائج خیر کا موجب ہو''

گویا بیعت اور قیام سلسلہ کا مقصد متقیوں کے گروہ کو پیدا کرنا ہے۔جو دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور اس کے نتیجہ میں دین کو عظمت اور برکت حاصل ہو۔اور اس کے نتیجہ میں دین کو غلبہ عطا ہو۔چنانچہ اسی اشتہار میں حضور نے تحریر فرمایا کہ

''خدا تعالیٰ......اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزار ہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔وہ خود اس کی آب پاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا ...... وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔''

اشتہار کے آخر پر آپ نے بیعت کرنے والے احباب کو ہدایت فرمائی کہ وہ 20مارچ 1889ء کے بعد لدھیانہ پہنچ جائیں۔آپ کے اس اشتہار کے نتیجہ میں برصغیر کے مختلف شہروں اور علاقوں سے احباب لدھیانہ پہنچ گئے۔حضور نے 15مارچ 1889ء کو ہوشیار پور میں شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کے بیٹے کی شادی میں بھی شرکت فرمائی اور چند دن ہوشیار پور قیام فرمایا۔

بیعت اولیٰ کا آغاز

23مارچ 1889ء کو حضرت صوفی احمد جان کے مکان میں سیدنا حضرت مسیح موعود نے بیعت اولیٰ کا آغاز فرمایا۔سب سے پہلے بیعت کرنے کا شرف سیدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیروی کو حاصل ہوا۔حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب نے ایک عرصہ سے حضور کو عرض کر رکھا تھا کہ جب حضور کو اذن بیعت ہو تو سب سے پہلے آپ سے بیعت لی جائے۔چنانچہ حضور نے یہ درخواست منظور فرمالی۔بعد ازاں جب حضور کو بیعت کا حکم ملا تو حضور نے آپ کو بیعت سے پہلے استخارہ کا ارشاد فرمایا جس کا طریق بھی حضور نے بتایا۔چنانچہ حکیم مولانا نورالدین صاحب حضور کے ارشاد کے تحت استخارہ کرکے لدھیانہ پہنچے جہاں 23مارچ1889ء کو آپ نے اول المبائعین ہونے کا شرف حاصل کیا۔پہلے روز چالیس افراد نے بیعت کا شرف حاصل کرکے قافلہ احمدیت کی بنیاد رکھی۔

حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضور نے جب میری بیعت لی تو میرا ہاتھ پہنچے سے پکڑا حالانکہ دوسروں کے ہاتھ اس طرح پکڑتے جیسے مصافحہ کیا جاتا پھر مجھ سے دیر تک بیعت لیتے رہے اور تمام شرائط کو پڑھوا کر اقرار لیا۔

حضور نے جن الفاظ میں آپ سے بیعت لی تھی وہ آپ کی درخواست پر حضور نے اپنے قلم سے لکھ کر انہیں عنایت فرما دیئے تھے۔

بیعت کے الفاظ

حضور نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیعت لی۔

''آج میں احمد کے ہاتھ پر ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور میری سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور 12 جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کار بند رہوں گا۔اور اب بھی اپنے گزشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔استغفر اللہ ربی تین مرتبہ...(اس کے بعد تشہد) رب انی ظلمت نفسی......''

طریق بیعت احباب

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صاحب نے پہلے دن لدھیانہ میں بیعت لی تو اس وقت آپ ایک کمرہ میں بیٹھ گئے تھے اور دروازہ پر حضرت شیخ حامد علی صاحب کو مقرر کر دیا تھا اور ان کو کہہ دیا تھا کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ کے اندر بلاتے جاؤ چنانچہ آپ نے پہلے حضرت خلیفہ اول کو بلوایا۔ان کے بعد میر عباس علی کو پھر میاں محمد حسین مراد آباد خوشنویس کو اور چوتھے نمبر پر مجھ کو اور پھر ایک یا دو اور لوگوں کو نام لے کر اندر بلایا پھر اسکے بعد شیخ حامد علی صاحب کو کہہ دیا کہ خود ایک ایک آدمی کو اندر داخل کرتے جاؤ۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اوائل میں حضور ہر ایک کی الگ الگ بیعت لیتے تھے لیکن پھر بعد میں اکٹھی لینے لگ گئے اور میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ پہلے دن جب آپ نے بیعت لی تو وہ تاریخ 20 رجب 1306ہجری بمطابق 23مارچ1889ء تھی۔

رجسٹر بیعت

لدھیانہ قیام کے دوران بیعت کے تاریخی ریکارڈ کے لئے ایک رجسٹر تیار ہوا جس کی پیشانی پر یہ لکھا گیا ''**بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ و طہارت**'' اس رجسٹر میں ایک نقشہ تھا جس میں نمبر شمار، تاریخ ہجری، تاریخ عیسوی، نام مع ولدیت، وطن، موجودہ سکونت، پیشہ وغیرہ اور کیفیت کے خانے بنائے گئے تھے۔

اس رجسٹر میں بیعت کنندگان کے اسماء کوائف درج کئے جاتے تھے۔اس رجسٹر کا ابتدائی صفحہ ضائع ہو چکا ہے۔جس کی وجہ سے ابتدائی بیعت کرنے والے آٹھ احباب کے کوائف تفصیل کے ساتھ میسر نہیں ہیں۔دستیاب رجسٹر میں 9نمبر پر رفیق حضرت شیخ حامد علی صاحب ہیں حضور کے خادم خاص تھے۔اس کے بعد نمبر10 حضرت منشی رستم علی صاحب نمبر 11حضرت میاں عبد اللہ سنوری صاحب نمبر 12حضرت میر عنایت علی صاحب شامل ہیں۔

یہ رجسٹر بیعت حضرت میر محمد اسحاق صاحب کو حضرت مسیح موعود کے کاغذات میں سے ملا تھا جو انہوں نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو دے دیا جنہوں نے اس رجسٹر کو خلافت لائبریری ربوہ میں رکھوا دیا۔

عورتوں کی بیعت

مردوں کی بیعت کے بعد حضور گھر تشریف لائے تو بعض عورتوں نے بھی بیعت کی سب سے پہلے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کی اہلیہ محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ نے بیعت کی۔یاد رہے کہ حضرت اماں جان ابتداء ہی سے حضرت کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتی تھیں اور شروع ہی سے اپنے آپ کو بیعت میں سمجھتی تھیں اس لئے آپ نے الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔

بیعت اولیٰ کے بعد سب احباب کو کھانا کھلایا گیا اور حضور نے بھی کھانا نوش فرمایا جس کے بعد نماز ہوئی۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی روایت

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی ان خوش قسمت رفقاء میں شامل تھے جنہوں نے پہلے دن بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔وہ بیان کرتے ہیں:

''بیعت حضور اکیلے اکیلے کو بٹھا کر لیتے تھے۔اشتہار پہنچنے سے دوسرے دن چل کر تیسرے دن صبح ہم نے بیعت کی۔پہلے منشی اروڑا صاحب نے پھر میں نے۔میں جب بیعت کرنے لگا تو حضور نے فرمایا کہ آپ کے ساتھی کہاں ہیں؟ میں نے عرض کی منشی اروڑا صاحب نے تو بیعت کر لی۔اور محمد خان صاحب نہا رہے ہیں کہ نہا کر بیعت کریں۔چنانچہ محمد خان صاحب نے بیعت کر لی۔ان کے ایک دن بعد منشی عبدالرحمن صاحب نے بیعت کی۔منشی عبدالرحمن صاحب منشی اروڑا صاحب اور محمد خان صاحب تو بیعت کر کے واپس آگئے کیونکہ یہ تینوں ملازم تھے۔میں 15۔20 روز لدھیانہ ٹھہرا اور بہت سے لوگ بیعت کرتے رہے۔

حضور تنہائی میں بیعت لیتے تھے اور کواڑ بھی قدرے بند ہوتے تھے۔بیعت کرتے وقت جسم پر ایک لرزہ اور رقت طاری ہو جاتی تھی اور دعا بعد بیعت بہت لمبی فرماتے تھے۔اس لئے ایک دن میں بیس پچیس کے قریب بیعت ہوتے تھے۔

بیعت کے بعد نصائح

حضرت مسیح موعود کا یہ طریق تھا کہ بیعت کے بعد بیعت کنندگان کو کچھ نصائح کرتے کیونکہ بیعت ایک تبدیلی کا نام ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول ﷺ کی محبت دل پر غالب آجائے''۔

حضور فرماتے ہیں:۔

''یاد رکھو بیعت کا زبانی اقرار کچھ شئے نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ تزکیہ نفس چاہتا ہے۔سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا تعالیٰ راضی ہو اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو کہ پہلے تھا...... چاہئے کہ بیعت کے بعد غیروں کو بھی اور اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں کو بھی ایسا نمونہ بن کر دکھاوے کہ وہ بول اُٹھیں کہ اب یہ وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔''

فرمایا:''تم لوگ جو بیعت میں داخل ہوئے ہو تو سمجھ لینا کہ تم نے عہد کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے سو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عہد تمہارا اللہ کے ساتھ ہے جہاں تک ممکن ہو اس عہد پر مضبوط رہنا چاہئے۔''

پھر فرمایا:''دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے لیکن نبھانا مشکل ہے۔کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپرواہ کردے۔دنیا اور اس کے فوائد کو تو آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دور۔اس طرح دل سخت ہو جاتا اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے۔اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لئے ہمت اور کوشش سے تیار رہو۔''

بیعت کا فائدہ

بیعت کرنے کے بعد حضور کی نصائح کی روشنی میں مبائعین نے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کی اور ان کی دنیا یکسر بدل گئی اور وہ آسمان احمدیت کے روشن ستارے بن گئے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔انہیں روشن ستاروں میں ایک پاک وجود حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا بھی ہے۔کسی شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے سوال کیا کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کرکے کیا فائدہ حاصل کیا۔آپ نے جواب میں فرمایا:

''دنیا سے سرد مہری، رضا بالقضا کا ابتداء، اخلاص، فہم قرآن میں بیّن ترقی، طول امل سے تنفر اور المنکر سے بحمد اللہ حفاظت۔فتن دجال سے بحمد اللہ حفاظت تامہ۔کبر، کسل، کذب، کفر، جبن سے امن تامہ'' (الحکم 31/اگست 1907ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے عہد بیعت کو نبھانے اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مکرم نعمان ظفر بلوچ صاحب

حضرت مسیح موعود کے حسن ظاہری کا تذکرہ

آپ حضرت مسیح موعود کے حسن ظاہری کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ آپ کے حسن کی مثال اس بحر بیکراں کی سی ہے جس کی گہرائی میں اترنا کسی کے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔ آپ کے رفقاء جہاں آپ کے اخلاق حسنہ کے گرویدہ تھے وہاں حسن ظاہری پر فریفتہ۔ رفقاء کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی ظاہری خد وخال کے حوالہ سے زیبائی و رعنائی اپنی مثال آپ تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ حسن خود سراپا مجسم ہو کر کھڑا ہے۔ چنانچہ رفقاء ہر لمحہ حضور کے ایک دیدار کے مشاق رہتے اور حضور کے حسن ظاہری و باطنی کی مدح میں رطب اللساں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح کو بے مثل اور نقائص سے مبرا پیدا کیا تھا۔

حلیہ مبارک کو یاد رکھنا ضروری ہے:

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اس بارے میں فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود کے حلیہ کو یاد رکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کے حلیہ کو خود بھی بیان فرمایا ہے اور حضرت مسیح موعود نے اپنے حلیہ کو حلیہ ماثور قرار دیا ہے۔ ؎

موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم

حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

تاریخ احمدیت اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ رفقاء کس طرح حضرت مسیح موعود کی ایک جھلک کے لیے دیوانہ وار ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ حتیٰ کہ کئی مخالفوں نے بھی چہرہ اقدس کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہو سکتا اور حضور کے دامن میں آگرے۔ ذیل میں چند واقعات پیش ہیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت منشی اروڑے خان صاحب کی بابت تحریر فرماتے ہیں:

''مجھے خوب یاد ہے اور اس واقعہ کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ جب 1916ء میں مسٹر والٹر آنجہانی جو آل انڈیا وائی، ایم، سی، اے کے سیکرٹری تھے اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کرنے کے لیے قادیان آئے تھے۔ انہوں نے قادیان میں یہ خواہش کی کہ مجھے بانی سلسلہ احمدیہ کے کسی پرانے رفیق سے ملایا جائے اس وقت منشی اروڑے خان صاحب قادیان میں تھے۔ مسٹر والٹر کو منشی صاحب مرحوم کے ساتھ بیت مبارک میں ملایا گیا۔ مسٹر والٹر نے منشی صاحب سے رسمی گفتگو کے بعد یہ دریافت کیا کہ آپ پر مرزا صاحب کی صداقت میں سب سے زیادہ کس دلیل نے اثر کیا۔ منشی صاحب نے جواب دیا کہ میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں اور زیادہ علمی دلیلیں نہیں جانتا۔ مگر مجھ پر جس بات نے زیادہ اثر کیا وہ حضرت صاحب کی ذات تھی۔ جس سے زیادہ سچا اور زیادہ دیانتدار اور خدا پر زیادہ ایمان رکھنے والا شخص میں نے نہیں دیکھا۔ انہیں دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ باقی میں تو ان کے منہ کا بھوکا ہوں۔ مجھے زیادہ دلیلوں کا علم نہیں ہے یہ کہہ کر منشی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود کی یاد میں اس قدر بے چین ہو گئے کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی''۔

اسی طرح ایک اور روایت ملتی ہے کہ

''حضرت مسیح موعود ایک اعلیٰ درجہ کے مردانہ حسن کے مالک تھے اور فی الجملہ آپ کی شکل ایسی وجیہہ اور دلکش تھی کہ دیکھنے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔ ایک دفعہ مردان کا ایک شخص قادیان آیا۔ یہ شخص حضرت مسیح موعود کا سخت ترین دشمن تھا اور اس نے قادیان آکر اپنی رہائش کے لیے مکان بھی احمدیہ محلہ سے باہر لیا۔ ایک احمدی دوست نے کہا کہ تم نے حضرت مسیح موعود کو دیکھنا پسند نہیں کیا مگر ہماری بیت الذکر تو دیکھتے جاؤ۔ وہ اس بات کے لیے رضا مند ہو گیا مگر یہ شرط کی کہ مجھے ایسے وقت میں بیت دکھاؤ جب مرزا صاحب بیت میں نہ ہوں۔ چنانچہ یہ صاحب اسے ایسے وقت میں قادیان کی بیت مبارک دکھانے کے لیے لے گئے کہ جب نماز کا وقت نہیں تھا اور بیت خالی تھی۔ مگر قدرت خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ادھر یہ شخص بیت میں داخل ہوا اور ادھر حضرت مسیح موعود کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضور کسی کام کے تعلق میں اچانک بیت تشریف لے آئے۔ جب اس شخص کی نظر حضرت مسیح موعود پر پڑی تو وہ حضور کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی بیتاب ہو کر حضور کے قدموں میں آگرا اور اسی وقت بیعت کر لی۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حضور کے حلیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود کا درمیانہ قد تھا۔ رنگ گندمی تھا چہرہ بھاری تھا، بال سیدھے اور ملائم تھے۔ ہاتھ پاؤں بھرے بھرے تھے۔ آخری عمر میں بدن کچھ بھاری ہو گیا تھا۔ آپ کے رنگ ڈھنگ اور خدو خال میں ایک خداداد رعب تھا مگر آپ سے ملنے والوں کے دل آپ کے متعلق محبت سے بھر جاتے تھے اور کوئی مخفی طاقت لوگوں کو آپ کی طرف کھینچتی تھی۔ سینکڑوں لوگ مخالفت کے جذبات لے کر آئے اور آپ کا چہرہ دیکھتے ہی رام ہو گئے اور کوئی دلیل نہیں پوچھی۔ رعب کا یہ حال تھا کہ کئی شقی بد ارادوں کے ساتھ آپ کے سامنے آتے تھے مگر آپ کے سامنے آکر دم مارنے کی طاقت نہ ملتی تھی''۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی فرماتے ہیں:

''یہ امر بھی یاد رکھنا چاہئے کہ باوجودیکہ حضرت مسیح موعود ہمہ شفقت اور کامل کرم فرما تھے لیکن آپ کا چہرہ مبارک ایسا پر رعب اور پر شوکت تھا، تجلیات الٰہیہ کی ایک شان اس سے ہویدا تھی کہ کوئی شخص ٹکٹکی لگا کر آپ کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔ دلبری اور رعنائی کے وہ لوازم جو ایک خوبصورت اور وجیہہ چہرہ پر نمایاں ہونے چاہئیں وہ کامل صفائی کے ساتھ درخشاں تھے''۔

حضرت مسیح موعود کے شمائل کے متعلق سب سے مبسوط مضمون حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے لکھا ہے آپ اس مضمون کی ابتدائی سطور میں رقم فرماتے ہیں:

''احمدی تو خدا کے فضل سے ہندوستان کے ہر گوشہ میں موجود ہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی مگر احمد کے دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے احمدیوں میں بھی ایک فرق ہے۔ دیکھنے والوں کے دل میں ایک سرور اور لذت اس کے دیدار اور صحبت کی اب تک باقی ہے۔ نہ دیکھنے والے بارہا تاسف کرتے پائے گئے کہ ہائے ہم نے جلدی کیوں نہ کی اور کیوں نہ اس محبوب کا اصلی چہرہ اس کی زندگی میں دیکھ لیا۔ تصویر اور اصل میں بہت فرق ہے اور وہ فرق بھی وہی جانتے ہیں جنھوں نے اصل کو دیکھا''۔

''آپ کے تمام حلیہ کا خلاصہ ایک فقرہ میں یہ ہو سکتا ہے کہ

''آپ مردانہ حسن کے اعلیٰ نمونہ تھے''

مگر یہ فقرہ بالکل نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ دوسرا یہ نہ ہو کہ ''یہ حسن انسانی ایک روحانی چمک دمک اور انوار اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا''۔

اور جس طرح آپ جمالی رنگ میں مبعوث ہوئے تھے اسی طرح آپ کا جمال بھی خدا کی قدرت کا نمونہ تھا اور دیکھنے والے کے دل کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ آپ کے چہرہ پر نورانیت کے ساتھ رعونت، ہیبت اور استکبار نہ تھے۔ بلکہ فروتنی، خاکساری اور محبت کی آمیزش موجود تھی''۔

اس کے بعد آپ نے حلیہ مبارک کے متعلق ایک مبسوط روایت قلمبند کی ہے جس کے چیدہ حصہ پیش ہیں۔

آپ کا جسم دُبلا نہ تھا نہ آپ بہت موٹے تھے البتہ آپ دوہرے جسم کے تھے۔ قد متوسط تھا اگرچہ ناپا نہیں گیا مگر اندازاً پانچ فٹ آٹھ انچ کے قریب ہوگا۔ کندھے اور چھاتی کشادہ اور آخر عمر تک سیدھے رہے نہ کمر جھکی نہ کندھے تمام جسم کے اعضاء میں تناسب تھا۔ یہ نہیں کہ ہاتھ بے حد لمبے ہوں یا ٹانگیں یا پیٹ اندازہ سے زیادہ نکلا ہوا ہو۔ غرض کسی قسم کی بدصورتی آپ کے جسم میں نہ تھی۔ جلد آپ کی متوسط درجہ کی تھی نہ سخت، نہ کھردری اور نہ ایسی ملائم جیسی عورتوں کی ہوتی ہے۔ آپ کا جسم پلپلا اور نرم نہ تھا بلکہ مضبوط اور جوانی کی سی سختی لئے ہوئے۔ آخر عمر میں آپ کی کھال کہیں سے بھی نہیں لٹکی نہ آپ کے جسم پر جھُرّیاں پڑیں۔

آپ کا رنگ گندمی اور نہایت اعلیٰ درجہ کا گندمی تھا یعنی اس میں ایک نورانیت اور سُرخی جھلک مارتی تھی اور یہ چمک جو آپ کے چہرہ کے ساتھ وابستہ تھی عارضی نہ تھی بلکہ دائمی۔ کبھی کسی صدمہ، رنج، ابتلا، مقدمات اور مصائب کے وقت آپ کا رنگ زرد ہوتے نہیں دیکھا گیا اور ہمیشہ چہرہ مبارک کندن کی طرح دمکتا رہتا تھا۔ کسی مصیبت اور تکلیف نے اس چمک کو دور نہیں کیا۔ ؎

رنگم چو گندم است و بمو فرق بین ست

ز انساں کہ آمد است در اخبار سرورم

علاوہ اس چمک اور نور کے آپ کے چہرہ پر ایک بشاشت اور تبسم ہمیشہ رہتا تھا اور دیکھنے والے کہتے تھے کہ اگر یہ شخص مفتری ہے اور دل میں اپنے تئیں جھوٹا جانتا ہے تو اس کے چہرہ پر یہ بشاشت اور خوشی اور فتح اور طمانیت قلب کے آثار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یہ نیک ظاہر کسی بد باطن کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتا اور ایمان کا نور بدکار کے چہرہ پر درخشندہ نہیں ہو سکتا۔

آپ کے سر کے بال نہایت باریک سیدھے، چکنے، چمکدار اور نرم تھے اور مہندی کے رنگ سے رنگین رہتے تھے۔ گھنے اور کثرت سے نہ تھے بلکہ کم کم اور نہایت ملائم تھے۔ گردن تک لمبے تھے۔ آپ نہ سر منڈواتے تھے نہ خشخاش یا اس کے قریب کترواتے تھے بلکہ اتنے لمبے رکھتے تھے جیسے عام طور پر پٹے رکھے جاتے ہیں۔ سر میں تیل بھی ڈالتے تھے۔ چنبیلی یا حنا وغیرہ کا۔ یہ عادت تھی کہ بال سوکھے نہ رکھتے تھے۔

آپ کی داڑھی اچھی گھندار تھی، بال مضبوط، موٹے اور چمکدار سیدھے اور نرم، حنا سے سرخ رنگے ہوئے تھے۔ داڑھی کو لمبا چھوڑ کر حجامت کے وقت فاضل آپ کتروا دیتے تھے یعنی بے ترتیب اور ناہموار نہ رکھتے تھے بلکہ سیدھی نیچے کو اور برابر رکھتے تھے۔ داڑھی میں بھی ہمیشہ تیل لگایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک پھنسی گال پر ہونے کی وجہ سے وہاں سے کچھ بال پورے بھی کتروائے تھے اور وہ تبرک کے طور پر لوگوں کے پاس اب تک موجود ہیں۔ ریش مبارک تینوں طرف چہرہ کے تھی اور بہت خوبصورت۔ نہ اتنی کم کہ چھدری اور نہ صرف ٹھوڑی پر ہو نہ اتنی کہ آنکھوں تک بال پہنچیں۔

ابتداء ایام میں آپ وسمہ اور مہندی لگایا کرتے تھے۔ پھر دماغی دورے بکثرت ہونے کی وجہ سے سر اور ریش مبارک پر آخر عمر تک مہندی ہی لگاتے رہے وسمہ ترک کر دیا تھا۔ البتہ کچھ روز انگریزی وسمہ بھی استعمال فرمایا مگر پھر ترک کر دیا۔ آخری دنوں میں میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے ایک وسمہ تیار کر کے پیش کیا تھا وہ لگاتے تھے۔ اس سے ریش مبارک میں سیاہی آگئی تھی۔ مگر اس کے علاوہ ہمیشہ برسوں مہندی پر ہی اکتفا کی جو اکثر جمعہ کے جمعہ یا بعض اوقات اور دنوں میں بھی آپ نائی سے لگوایا کرتے تھے۔

ریش مبارک کی طرح مونچھوں کے بال بھی مضبوط اور اچھے موٹے اور چمکدار تھے۔ آپ لبیں

کترواتے تھے۔ مگر نہ اتنی کہ جو وہابیوں کی طرح مونڈی ہوئی معلوم ہوں نہ اتنی لمبی کہ ہونٹ کے کنارے سے نیچی ہوں۔

جسم پر آپ کے بال صرف سامنے کی طرف تھے۔ پشت پر نہ تھے اور بعض اوقات سینہ اور پیٹ کے بال آپ مونڈ دیا کرتے تھے یا کتروا دیتے تھے۔ پنڈلیوں پر بہت کم بال تھے اور جو تھے وہ نرم اور چھوٹے اس طرح ہاتھوں کے بھی۔

آپ کا چہرہ کتابی یعنی معتدل لمبا تھا اور حالانکہ عمر شریف 70 اور 80 کے درمیان تھی پھر بھی جھریوں کا نام ونشان نہ تھا اور نہ متفکر اور غصّہ ور طبیعت والوں کی طرح پیشانی پر شکن کے نشانات نمایاں تھے۔ رنج، فکر، تردد یا غم کے آثار چہرہ پر دیکھنے کی بجائے زیارت کنندہ اکثر تبسم اور خوشی کے آثار ہی دیکھتا تھا۔

آپ کی آنکھوں کی سیاہی، سیاہی مائل شربتی رنگ کی تھی اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں مگر پپوٹے اس وضع کے تھے کہ سوائے اس وقت کے جب آپ ان کو خاص طور پر کھولیں ہمیشہ قدرتی غض بصر کے رنگ میں رہتی تھیں بلکہ جب مخاطب ہو کر بھی کلام فرماتے تھے تو آنکھیں نیچی ہی رہتی تھیں اسی طرح جب مردانہ مجالس میں بھی تشریف لے جاتے تو بھی اکثر ہر وقت نظر نیچے ہی رہتی تھی۔ گھر میں بھی بیٹھتے تو اکثر آپ کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ اس مکان میں اور کون کون بیٹھا ہے۔ اس جگہ یہ بات بھی بیان کے قابل ہے کہ آپ نے کبھی عینک نہیں لگائی اور آپ کی آنکھیں کام کرنے سے کبھی نہ تھکتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کا آپ کے ساتھ حفاظت عین کا ایک وعدہ تھا جس کے ماتحت آپ کی چشمان مبارک آخر وقت تک بیماری اور تکان سے محفوظ رہیں البتہ پہلی رات کا ہلال آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں نظر نہیں آتا۔

ناک حضرت اقدس کی نہایت خوبصورت اور بلند بالا تھی، پتلی، سیدھی، اونچی اور موزوں نہ پھیلی ہوئی تھی نہ موٹی۔ کان متوسط یا متوسط سے ذرا بڑے۔ نہ باہر کو بہت بڑھے ہوئے نہ بالکل سر کے ساتھ لگے ہوئے۔ قلمی آم کی قاش کی طرح اوپر سے بڑے نیچے سے چھوٹے۔ قوت شنوائی آپ کی آخر وقت تک عمدہ اور خدا کے فضل سے برقرار رہی۔

رخسار مبارک آپ کے نہ پچکے ہوئے اندر کو تھے نہ اتنے موٹے کہ باہر کو نکل آویں۔ نہ رخساروں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں۔ بھنویں آپ کی الگ الگ تھیں۔ پیوستہ ابرو نہ تھے۔

پیشانی مبارک آپ کی سیدھی اور بلند اور چوڑی تھی اور نہایت درجہ کی فراست اور ذہانت آپ کے جبین سے ٹپکتی تھی۔ علم قیافہ کے مطابق ایسی پیشانی بہترین نمونہ اعلیٰ صفات اور اخلاق کا ہے۔ یعنی جو سیدھی ہو نہ آگے کو نکلی ہوئی نہ پیچھے کو دھنسی ہوئی اور بلند ہو یعنی اونچی اور کشادہ ہو اور چوڑی ہو۔ بعض پیشانیاں گو اونچی ہوں مگر چوڑائی ماتھے کی تنگ ہوتی ہے، آپ میں یہ تینوں خوبیاں جمع تھیں اور پھر یہ خوبی کہ چیں بجبیں بہت کم پڑتی تھی۔ سر آپ کا بڑا تھا، خوبصورت بڑا تھا، اور علم قیافہ کی رو سے ہر سمت سے پورا تھا۔ یعنی لمبا بھی تھا، چوڑا بھی تھا، اونچا بھی اور سطح اوپر کی۔ اکثر حصہ ہموار اور پیچھے سے بھی گولائی درست تھی۔ آپ کی کنپٹی کشادہ تھی اور آپ کی کمال عقل پر دلالت کرتی تھی۔'

آپ کے لب مبارک پتلے نہ تھے مگر تاہم ایسے موٹے بھی نہ تھے کہ برے لگیں۔ دہانہ آپ کا متوسط تھا اور جب بات نہ کرتے ہوں تو منہ کھلا نہ رہتا تھا۔ بعض اوقات مجلس میں جب خاموش بیٹھے ہوں تو آپ عمامہ کے شملہ سے دہان مبارک ڈھک لیا کرتے تھے۔

آپ کی گردن متوسط لمبائی اور موٹائی میں تھی۔

ایک حد تک جسمانی زینت کا خیال ضرور رکھتے تھے۔ غسل جمعہ، حجامت، حنا، مسواک روغن اور خوشبو۔ کنگھی اور آئینہ کا استعمال برابر مسنون طریق پر آپ فرمایا کرتے تھے مگر ان باتوں میں انہاک آپ کی شان سے بہت دور تھا۔

غرض ہمارا آقا حسن ظاہر و باطن کا مرقع تھا۔

جس نے بھی بصیرت اور بصارت دونوں سے دیدار کیا وہ حضور کا عاشق ہو گیا۔ مشہور ہے کہ

عشق الٰہی مونہوں وسے ولیاں ایہہ نشانی

حضور اس کا زندہ ثبوت تھے۔

حضرت مسیح موعود کی آخری باتیں

قادیان میں آخری وحی

حضرت مسیح موعود 26/اپریل 1908ء کو لاہور تشریف لے گئے اسی روز بوقت چار بجے صبح آپ پر یہ وحی ہوئی جو آپ کی وفات پر دلالت کرتی تھی۔

مباش ایمن ازبازئ روزگار

اس کے بعد میں کوئی موقعہ نہ ملا کہ (قادیان میں) آپ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہو۔ اس لئے قادیان میں یہ آخری وحی تھی۔

سب سے آخری وحی

لاہور میں آپ پر اللہ تعالیٰ نے سب سے آخری کلام جو نازل فرمایا وہ 20 مئی 1908ء کو ان الفاظ میں ہوا۔

الرحیل ثم الرحیل والموت قریب

آخری نظم جو سنی گئی

آخری نظم جو حضور کی خدمت اقدس میں پڑھی گئی۔ وہ 16 مئی 1908ء کو پڑھی گئی جو کہ ڈاکٹر احمد حسین صاحب لائلپوری کی تھی اس کے بعد کوئی نظم آپ کے حضور نہیں سنائی گئی۔ اس نظم کے دو شعر یہ ہیں۔

یاربی قادیاں میں میرا مزار ہووے
اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے
آیا ہے تو مسیحا چودہ صدی کے سر پر
آمد پہ کیوں نہ تیرے فصل و بہار ہووے

آخری تحریر

25 مئی 1908ء کی شام کو "پیغام صلح" کا مضمون ختم کیا جو کہ آخری تحریر کہا جا سکتا ہے۔ البتہ 26 مئی کو آخری لمحات میں قلم دوات منگوا کر بمشکل چند الفاظ لکھے اور بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور حضور پھر لیٹ گئے۔ حنائی رنگ کے کاغذ پر حضور انور نے لکھا۔

"تکلیف یہ ہے کہ آواز نہیں نکلتی کوئی دوا دی جائے"۔

اندرون خانہ آخری تقریر

23 مئی 1908ء کو بعد نماز عصر چند ہندو مستورات آئیں کہ ہم مہاراج کے درشن کے واسطے آئے ہیں۔ حضور کی خدمت میں اطلاع کی گئی۔ چنانچہ آپ نے نہایت لطف و مہربانی سے ان کو اجازت دی اور وہ گھر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضور نے ان کو وعظ بھی فرمایا جو کہ الحکم 6 جون 1908ء (ڈائری) میں درج ہے۔

آخری تقریر

25 مئی کو حضور اپنے خدام میں تشریف فرما تھے۔ حضور نے حیات مسیح کے رد میں ایک مفصل تقریر فرمائی۔ اس تقریر کے وقت رعب، ہیبت اور جلال اپنے کمال عروج پر تھا۔

آخری مکتوب

اخبار عام کے لئے یہ باعث فخر رہے گا حضرت اقدس آخری وقت تک اس کے خریدار رہے اور یہ شرف بھی اس اخبار کو ملا کہ حضور کا آخری خط بھی اسی اخبار میں شائع ہوا۔ اس خط میں آپ نے بڑی وضاحت سے اپنے دعویٰ نبوت کی بابت روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔

آخری نماز

آخری نماز جو آپ نے ادا کی 26 مئی 1908ء کی صبح جب فجر کی نماز کی (نداء) کان میں پڑی تو پوچھا کہ کیا صبح ہوئی؟ جواب ملنے پر نماز فجر کی نیت باندھی اور نماز ادا کی۔

آخری الفاظ

وہ الفاظ جن پر حضرت مسیح موعود اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے یہ تھے۔

اے میرے پیارے! اے میرے پیارے! اے میرے پیارے اللہ! اے میرے پیارے اللہ!

(ماخذ الحکم 21 مئی 1934ء)

آخری سفر

27/اپریل 1908ء کو قادیان سے بٹالہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ 29/اپریل 1908ء کو بٹالہ سے بذریعہ ریل امرتسر اور پھر لاہور تشریف لے گئے۔

آخری قیام

حضرت اقدس اپنے اہل خانہ کے ساتھ احمدیہ بلڈنگز لاہور میں سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں رہائش پذیر ہوئے۔

آخری ملاقاتیں

7/اپریل 1908ء کو شکاگو کے ایک سیاح مسٹر جارج ٹرنر، مس بارڈون اور ایک سکاچ مین مسٹر بانسر نے قادیان میں حضرت اقدس سے ملاقات کی۔

12 مئی 1908ء کو لاہور میں پروفیسر کلیمنٹ ریگ صاحب، ان کی اہلیہ اور مسٹر فضل حسین صاحب نے ملاقات میں حضور سے کئی سوالات کئے۔

آخری دستی بیعت

حضرت میاں جہاں خان صاحب آف مانگٹ اونچا تحصیل حافظ آباد نے لاہور میں دستی بیعت کی۔

آخری سیر

25 مئی کو پیغام صلح مکمل کرنے کے بعد گھوڑا گاڑی پر چند میل کی ہواخوری کے لئے تشریف لے گئے۔

آخری تحریک

ستمبر 1907ء میں حضرت مسیح موعود نے جماعت کے سامنے وقف زندگی کی پُرزور تحریک فرمائی۔

آخری جلسہ سالانہ

25 دسمبر 1907ء کو انجمن تشحیذ الاذہان کا جلسہ ہوا۔

26 دسمبر 1907ء کو حضور انور نے سورۃ فاتحہ کے مضامین پر تقریر فرمائی۔

28 دسمبر کو گزشتہ تقریر مکمل فرمائی اور نصائح

اخبار الحکم 21 مئی 1934ء میں حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کا مضمون درج بالا عنوان کے تحت شائع ہوا اس کا خلاصہ مزید اضافہ کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔

مکرم راشد محمود منہاس صاحب

رفقاء کرام حضرت مسیح موعود کا قیام نماز

قرآن کریم کامیاب مومنوں کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

وہی مومن کامیاب ہوں گے جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

نبی کریمؐ نے بھی قیام نماز کو اس قدر اہمیت دی کہ آپ نے کفر اور ایمان میں بنیادی فرق نماز کو قرار دیا اور اس کے بغیر دین کو نامکمل قرار دیا۔

حضرت مسیح موعود نے بھی نماز کی اہمیت ان الفاظ میں بیان فرمائی کہ

''سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے۔''

رفقائے مسیح موعود نے اپنی زندگیوں میں نماز کو کس قدر اہمیت دی اس کا اندازہ درج ذیل واقعات سے ہوسکتا ہے۔رفقائے احمد کی زندگیوں سے قیام نماز کے واقعات درج ذیل ہیں۔

اہتمام نماز

حضرت حافظ حامد علی صاحب کو ایک عرصہ دراز تک حضرت مسیح موعود کی خدمت کی توفیق ملی۔حضرت اقدس حافظ صاحب کی التزام نماز کے بارے میں اپنی ایک تصنیف لطیف میں فرماتے ہیں۔

''میں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میت کی طرح ہوگیا تھا التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا ہے۔میں جانتا ہوں کہ انسان کی خداترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے۔اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا ہے۔دولت مند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔''

نماز باجماعت رہ جانے کا خوف

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا ایک واقعہ ہے کہ کسی سبب سے آپ کی نماز باجماعت رہ گئی تو آپ کی کیا حالت تھی اس کا ذکر کچھ یوں ملتا ہے۔

آپ تعلیم حاصل کرنے کیلئے مدینہ منورہ میں مقیم تھے کہ ایک دن کسی وجہ سے ظہر کی نماز باجماعت آپ کو نہ مل سکی۔آپ کو شدید رنج ہوا۔آپ نے سوچا یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ یہ بخشش کے قابل ہی نہیں۔خوف کے مارے آپ کا رنگ زرد پڑ گیا۔مسجد کے اندر داخل ہونے سے بھی ڈر لگنے لگا۔آپ مسجد کے دروازے کے باہر پہنچے تو دروازے پر ایک آیت لکھی دیکھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اے خدا کے بندو!اگر تم کوئی گناہ کر بیٹھو تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوا کرو۔وہ بہت ہی بخشنے والا اور رحیم ہے۔اس آیت کو پڑھ کر آپ کی کچھ ڈھارس بندھی۔پھر بھی آپ ڈرتے ہوئے اور حیرت زدہ ہوکر گھبراہٹ کی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے اور نماز پڑھنی شروع کی۔نماز میں آپ نے گڑگڑا کر یہ دعا مانگی۔یاالٰہی!میرا یہ قصور معاف فرما دے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت کتنی ضروری چیز ہے اور آپ اس کے کتنے پابند تھے۔

بیماری میں نماز باجماعت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ایک بار حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب رئیس آف مالیر کوٹلہ کے بارے میں اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

''نماز کے عاشق تھے خصوصاً نماز باجماعت کے قیام کے لئے آپ کا جذبہ اور جدوجہد امتیازی شان کی حامل تھی۔بڑی باقاعدگی سے پانچ وقت (بیت) میں جانے والے۔جب دل کی بیماری سے صاحب فراش ہوگئے تو نداء کی آواز کو بھی اس محبت سے سنتے تھے جیسے محبت کرنے والے اپنی محبوب آواز کو۔جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسا اوقات گھر کے لڑکوں میں سے ہی کسی کو پکڑ کر آگے کر لیتے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے جذبہ کی تسکین کر لیتے۔''

ضروری کام سے اہم نماز

محترم چوہدری رشید احمد صاحب جوسالہا سال حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی اراضی کے مینیجر رہے حضرت نواب صاحب کے بارے میں سناتے ہیں۔

''ابتداء میں جب آپ نے سندھ میں اراضی حاصل کی تو میرے بھائی محمد اکرم صاحب اور میں آپ کے ساتھ بنگلہ یوسف ڈاھری نزد محمود آباد فارم میں مقیم تھے۔ہندو ایس۔ڈی۔او(S D O) وہاں آیا ہوا تھا اور اراضی کے تعلق میں نواب صاحب اس کے محتاج تھے لیکن نواب صاحب وقت پر ادائیگی نماز کے پابند تھے۔عین اس وقت جبکہ ضروری گفتگو ہو رہی تھی ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا اور آپ کے ارشاد پر (نداء) دی گئی اور آپ اٹھ کر نماز کے لئے چلے آئے۔
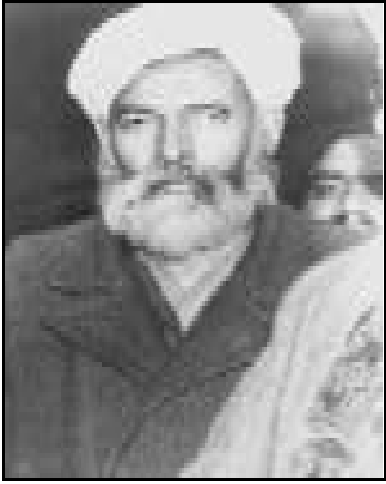
دوسرے عالم میں نماز باجماعت

مکرم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی حضرت مولانا شیر علی صاحب کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

''ایک دفعہ مجھے مولوی شیر علی صاحب کی رفاقت میں نماز کیلئے (بیت) مبارک میں جانے کا موقع ملا۔جب ہم وہاں پہنچے تو نماز ختم ہو چکی تھی۔چنانچہ آپ مجھے ہمراہ لئے (بیت) اقصیٰ تشریف لے گئے۔لیکن وہاں بھی نماز ختم ہو چکی تھی۔اب حضرت مولوی صاحب مجھے ساتھ لے کر (بیت) فضل (جو آرائیاں محلہ میں تھی) کی طرف چل پڑے۔وہاں پہنچے تو نماز کھڑی تھی۔چنانچہ ہم نے نماز باجماعت ادا کی۔اس طرح مجھے حضرت مولوی صاحب کی نماز باجماعت ادا کرنے کے شوق سے روحانی طور پر ایک خاص لذت محسوس ہوئی اور یہ سبق بھی کہ حتی الامکان نماز باجماعت ادا کی جائے۔''

نماز میں انہماک

حضرت مولانا شیر علی صاحب کی عبادت کا ایک اور واقعہ مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب کی زبانی ہے آپ بیان کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کے زمانے کا ذکر ہے مجھے اکثر یہ دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نماز عشاء کے بعد کافی دیر تک نوافل میں مشغول رہتے۔آپ کا معمول تھا کہ نوافل میں انہماک اور توجہ کے باعث بہت لمبا سجدہ ادا کرتے اور نماز کو کافی طول دینے کی وجہ سے اکثر آپ یہ بھول جاتے کہ دو رکعتیں پڑھ چکے ہیں یا ایک۔اس وقت میں نے اس امر کا خاص طور پر مشاہدہ کیا کہ آپ کی طبیعت ہمیشہ کمی کی طرف ہی راغب رہتی تھی۔اگر دو پڑھ کر بھول جاتے تب بھی آپ ایک ہی سمجھتے تا محبوب حقیقی کے حضور روح پرور لمحات اور طول کھینچیں۔

وقت مقررہ پر نماز

حضرت سید سرور شاہ صاحب کے بارے میں آپ کے ایک شاگرد مولوی محمد شریف صاحب سابق مربی بلادعربیہ تحریر کرتے ہیں۔
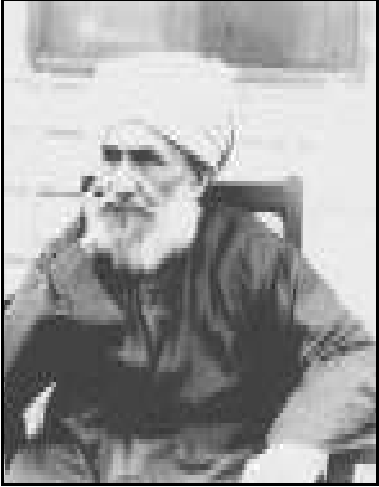
''پانچوں نمازیں (بیت) مبارک (قادیان) میں ادا فرماتے تھے۔مینہ ہو یا آندھی ہو،اندھیری رات ہو۔سخت دھوپ ہو۔جلسہ ہو جلوس ہو۔مشاعرہ ہو مناظرہ ہو،عام تعطیل ہو یا خاص۔آپ نماز کھڑی ہونے سے بہت پہلے اپنے مقررہ وقت پر اپنی مقررہ جگہ پر موجود ہوتے تھے۔

آپ کی نمازوں میں خشوع وخضوع ہوتا تھا۔اس کو وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو اس کوچہ بازار سے کچھ آشنائی رکھتے ہوں۔

حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کی ادائیگی نماز باجماعت کا تذکرہ مولوی سلیم اللہ صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

''مجھے 1911ء سے 1927ء تک قادیان میں قیام کا موقع ملا۔آپ کی شاگردی کا شرف بھی حاصل کیا۔آپ کو نماز باجماعت کا جس قدر احساس تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ کی صاحبزادی حلیمہ بیگم نزع کی حالت میں تھیں کہ نداء ہوگئی۔آپ نے بچی کا ماتھا چوما اور سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے سپرد خدا کر کے (بیت) چلے گئے۔بعد نماز جلدی سے اٹھ کر واپس آنے لگے تو کسی نے ایسی جلدی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ نزع کی حالت میں بچی چھوڑ آیا تھا اب فوت ہو چکی ہوگی۔اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا ہے۔چنانچہ بعض دوسرے دوست بھی گھر تک ساتھ آئے اور بچی وفات پا چکی تھی۔''

چھپ کر نماز پڑھنا

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی جو ہندوؤں سے احمدی ہوئے قادیان آئے نگران کے والد صاحب کسی بہانے سے حضرت مسیح موعود سے

واپس بھیجنے کا وعدہ کر کے ساتھ لے گئے۔ گھر جا کر آپ پر بہت سختیاں کی گئیں اور ادائیگی نماز سے

روکا گیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

''ایک زمانے میں مجھے فرائض کی ادائیگی تک سے محروم کرنے کی کوشش کی جاتی تھی...... اس زمانہ میں بعض اوقات کئی کئی نمازیں ملا کر یا اشاروں سے پڑھتا تھا۔ ایک روز علی الصبح میں گھر سے باہر قضائے حاجت کے بہانے سے گیا۔ گیہوں کے کھیت کے اندر وضو کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کدال لئے میرے سر پر کھڑا رہا۔ نماز کے اندر تو یہی خیال تھا کہ کوئی دشمن ہے جو جان لینے کیلئے آیا ہے۔ لہٰذا میں نے نماز کو معمول سے لمبا کر دیا اور آخری نماز سمجھ کر دعاؤں میں لگا رہا مگر سلام پھیرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک مزدور تھا۔ کشمیری قوم کا جو مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو نہایت محبت اور خوشی کے جوش سے مجھ سے پوچھا ''منشی جی! کیا یہ پکی بات ہے کہ آپ (احمدی) ہیں؟ میں نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے (دین حق) پر قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے لئے گواہ بنا کر بھیجا ہے اور کم از کم تم میرے (دین حق) کے شاہد ہو گے۔

4 میل پیدل چلنا

حضرت منشی امام الدین صاحب کا گاؤں قلعہ درشن سنگھ قادیان سے مغرب کی جانب بٹالہ سے چار میل کے فاصلے پر تھا۔ حضرت منشی صاحب اور آپ کی بیوی دونوں کا ہی یہ حال تھا کہ جمعہ کی نماز ہمیشہ قادیان میں ادا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک جمعہ قادیان کے علاوہ ہوتا ہی نہ تھا۔

صبح صبح اپنے گاؤں سے چلتے نماز جمعہ قادیان میں ادا کرتے اور شام تک اپنے گاؤں پہنچ جاتے۔

پہلی صف کا ثواب

حضرت حافظ معین الدین صاحب کو ایک لمبا عرصہ حضرت اقدس کا فیض حاصل کرنے کی توفیق ملی۔ حضرت اقدس مسیح موعود کی صحبت میں رہ کر جہاں انہوں نے اور بہت سے کمال حاصل کئے وہاں نماز باجماعت بھی آپ کا وطیرہ بن گئی۔ نماز باجماعت کی عملی تعلیم بھی انہوں نے حضرت صاحب سے پائی۔ حضرت صاحب کی صحبت ہی اسی غرض سے ان کو نصیب ہوئی تھی۔ حافظ صاحب خود (منادی) تھے۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی (منادی) بالعموم تھے اور اگر کوئی دوسرا آدمی (نداء) دیتا تو ان کو ناگوار گزرتا۔ گویا آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا کہ اگر لوگوں کو (نداء) کہنے اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کا ثواب معلوم ہوتا تو اس پر قرعہ اندازی کرتے۔ حافظ جی کی معرفت اس بارہ میں عین الیقین کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اول وقت پر نماز کی نداء کہتے اور سب سے پہلی صف میں کھڑے ہوتے اور حتی الوسع وہ اس مقام پر کھڑے ہوتے کہ حضرت صاحب کے ساتھ ہی جگہ ہو۔ باوجود یہ کہ نابینا تھے اور رہنے کیلئے بیچارے خانہ بدوش ہی رہتے۔ آج اس حجرہ میں تو کل کسی دوسرے حجرہ میں اور بعض اوقات (بیت) سے واپس ہوتے مگر بارش ہو۔ آندھی ہو۔ کڑکڑاتا جاڑا ہو۔ تیز دھوپ ہو وہ اول وقت پہنچتے اور (نداء) کہتے۔ اور پہلی صف میں جگہ پاتے۔ نماز کی معرفت بھی نہایت عمدہ ہو گی تھی کہ ٹھیک وقت پر وہ (بیت) کی طرف آ جاتے بلکہ ان کا وجود دوسروں کے لئے ایک خطا نہ کرنے والی گھڑی تھا۔ مگر ان میں احتیاط یہاں تک تھی کہ جب جماعت بڑھ رہی تھی اور گھڑیاں بھی آ گئیں تو آتے آتے دریافت کر لیا کرتے تھی کہ کتنے بجے ہیں؟ نماز کی باجماعت پابندی کے علاوہ نوافل اور تہجد بھی التزام سے پڑھتے تھے۔

حادثہ کے وقت نماز

اپنے تو اپنے غیروں نے بھی رفقاء کرام کی نمازوں کی ادائیگی کا اقرار کیا ہے۔

پاکستان کے مشہور ادیب، نقاد اور مورخ رئیس احمد جعفری صاحب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے متعلق لکھتے ہیں۔

چوہدری صاحب اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جسے عام طور پر کافر بلکہ گمراہ کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ گمراہ اور کافر شخص بغیر شرمائے داڑھی بھی رکھتا ہے اور اقوام متحدہ کے جلسوں میں علی الاعلان نماز پڑھتا ہے۔ جھمپیر کا قیامت خیز ریلوے حادثہ جب رونما ہوا تو یہ شخص اپنے سیلون میں فجر کی نماز پڑھ رہا تھا۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے ان بزرگوں پر رحمت اور فضل کی بارش فرماتا رہے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

☆..........☆..........☆

دارالامان

اے ارضِ قدعہ تیری عظمت میں کیا گماں ہے
دریائے فیض رحمت تیرے لئے رواں ہے
تیری جبیں سے نور حسن ازل عیاں ہے
اللہ رے رشک سینا کیا اوج عزّوشاں ہے
علم و ہدیٰ سے تیرے معمور ہیں خزانے
فضل عمر سا رہبر تجھ کو دیا خدا نے
انوار تیرے ہر سُو عالم پہ چھا رہے ہیں
بھر بھر کے جام ساقی تیرے پلا رہے ہیں
بچھڑے ہوئے دلوں کو تجھ سے ملا رہے ہیں
سرخ و سفید تیری محفل میں آ رہے ہیں
تو چشمۂ ہدیٰ ہے اور مرجع اُمم ہے
(مومن) کے واسطے تو اک رحمت اَتم ہے
سارے جہاں پہ جب تھا ظلمت کا دور طاری
وحی خدا سے روشن تیری زمیں تھی ساری
تو نے کی شرق و غرب عالم میں نور باری
آباد تیرے دم سے اب ہو گی شہر یاری
عظمت کا تیری شہرہ عالم میں جا بجا ہے
دارالامان کا سہرا سر پر ترے بندھا ہے
تو دور خسروی کا مرکز ہے اس چمن میں
آثار زندگی ہیں (مومن) کے پیرہن میں
شمع ہدیٰ ہے روشن تیری ہر انجمن میں
ٹھنڈی ہوا ہے تجھ سے اس وادی فتن میں
گرد و غبار تیرا خلعت ہے میرے تن کو
مر کر بھی چاہتا ہوں مٹی تیری کفن کو

عبدالحکیم ارشد

(الفضل 23 جون 1939ء)

مکرم چوہدری محمد علی صاحب ایم اے

احمدیت سے میرا تعارف

حضرت مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا کے ذریعہ ہوا

مکرم چوہدری محمد علی صاحب اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:

’’مجھے دین کا تو کچھ علم نہ تھا نہ کچھ پتہ تھا البتہ بچپن میں ایک واقعہ ضرور ہوا کہ خاکسار سکول کی ایک چھوٹی جماعت میں تھا اور سکول شہر سے باہر تھا تو وسط میں جہاں آبادی نہیں تھی آریہ سماج کا مندر تھا تو پہلی ملاقات تو احمدیوں سے اس وقت ہوئی۔ اگرچہ احمدیوں سے تو شاید مل چکا تھا مگر تاثر کچھ اچھا نہ تھا بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ Negative تاثر تھا۔ ہم اگرچہ بچے تھے مگر تقریروں اور مباحثوں سے دلچسپی تھی۔ ایک بار اس مندر میں اسلام میں حلال اور حرام کے موضوع پر تقریر ہو رہی تھی اور وہ مقرر آریہ سماجی تھا، نام ست دیو تھا۔ جو اسلام کا یہ کہتے ہوئے مذاق اڑا رہا تھا کہ آیئے اسلام کے حلال وحرام کے ڈھول کا پول کھول کر بتائیں۔ وہ ایک ایک جانور کا نام لیتا تھا، کسی حلال یا حرام جانور کا مثلاً مینڈک، کچھوا، کوا اور چار پانچ فقہاء کے فیصلے کے مطابق مضحکہ خیز رنگ میں حلال وحرام کی تکرار کرتا تھا۔ اتنے میں ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ پنڈت صاحب بکواس بند کریں۔ اس نے پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب دیا میں حافظ حسن علی ہوں۔ پنڈت صاحب نے مذاقاً کہا کہ آپ حافظ ہیں (یعنی نابینا) آپ بیٹھ جائیں۔

اتنے میں ایک دبلا پتلا نوجوان کھڑا ہوا۔ اس نے بآواز بلند کہا۔ پنڈت صاحب مجھے سٹیج پر آنے کی اجازت دیجئے تاکہ جو آپ بیان کر رہے ہیں، میں اس کا جواب دوں۔ پنڈت صاحب نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کا علاج! قادیان سے آیا ہوں۔ میرا نام ظہور حسین ہے (یہ حضرت مولوی ظہور حسین مجاہد روس و بخارا تھے) اس نے کہا آپ بیٹھ جائیں ہماری مسلمانوں سے بات ہو رہی ہے آپ کی بات نہیں ہو رہی تم شورمت کرو۔ اس پر لوگوں نے جو اس کی تقریر کے انداز سے تنگ آچکے تھے کہا نہیں یہ...... ہیں۔ (نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے) بیچارے لوگ آریوں کی دلآزاری سے بے بس نظر آتے تھے۔ ان کے لئے یہ ایک بڑی بات تھی کہ احمدیوں کی طرف سے ...... دفاع ہو رہا تھا۔ چنانچہ احمدیت سے ہمارا پہلا تعارف یہی ہوا کہ یہ کیا بات ہوئی جو اچھی بات کرتا ہے اور مخالف کو چیلنج کر رہا ہے وہ ......نہیں۔

اس پر حضرت مولوی صاحب نے اسے چیلنج کیا کہ کل ہمارے ساتھ مناظرہ کریں۔ چنانچہ اگلے دن ایک پبلک جلسہ ہوا۔ اس موقع پر حضرت مولوی صاحب نے ویدوں پر عموماً اور نیوگ پر خصوصاً تفصیل سے بیان کیا تو باقی ہندوؤں نے عرض کی کہ ہمارا تو آریہ سماج سے کوئی تعلق نہیں نہ ہم نے اسلام پر اعتراض کیا ہے۔ پھر بھی ہم معافی مانگتے ہیں کہ آریہ سماج والوں نے اسلام پر گند اچھال کر آپ کی دلآزاری کی ہے۔

اس سے اگلے روز وہ آریہ مقرر صبح ہمارے سکول میں آیا تو یوگا کی ایکسرسائز کی۔ ہم بچے Hedges کی آڑ میں چھپ کر اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے ہمیں اشارے سے بلا کر دائرے میں بٹھا لیا۔ پہلے نام پوچھتا تھا کہ ہندو اور مسلمان میں فرق کر سکے۔ سکھ بچے تو ویسے ہی پہچانے جاتے تھے۔ پھر ایک سوال یہ بھی کرتا تھا۔ ہر بچے سے دریافت کرتا تھا کہ ماس یعنی گوشت کھاتے ہو۔ ہندو بچے جواباً کہتے تھے کہ نہیں۔ مسلمان اور سکھ بچے کہتے تھے کہ کھانا چاہئے۔ میری باری آئی تو میں نے کہا میں کھاتا تو نہیں لیکن کھانا چاہئے۔ کیونکہ میں گوشت نہیں کھا سکتا تھا (جبکہ ایم اے کی کلاس میں پہلی بار گوشت کھایا) نیز کہ آپ بھی گوشت کھاتے ہیں۔

یہ سبزیاں بھی جاندار ہیں آپ ان کا گوشت کھاتے ہیں۔ (ان دنوں میں نے بچوں نے ایک رسالے میں مضمون پڑھا تھا) اس پر اس نے کہا کیا تم مرزائی ہو۔ مجھے تو علم نہ تھا کہ مرزائی کون لوگ ہوتے ہیں لیکن یہ بات دل میں گڑ گئی کہ مرزائی جو ہوتا ہے وہ صحیح بات کرتا ہے۔

خاکسار گزارش کرتا ہے کہ حضرت مولوی ظہور حسین صاحب کا یہ احسان خاکسار کیسے بھلا سکتا ہے کہ خاکسار کے قبول احمدیت کی نعمت کے حصول میں حضرت مولوی صاحب کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی آل اولاد کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین‘‘

☆............☆............☆

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت

افریقہ سے آنے والے ایک احمدی کی دستی بیعت

حضرت ڈاکٹر عمر الدین صاحب متوطن گجرات کی پہلی زیارت مسیح موعود

حضرت ڈاکٹر عمر الدین صاحب متوطن گجرات فروری 1900ء میں افریقہ میں مقیم تھے کہ انہیں حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب (برادر علامہ حضرت حافظ روشن علی صاحب) کی پاک صحبت نصیب ہوئی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کے اخلاق فاضلہ، شفقت اور ہمدردی نے بہت سے نفوس کو احمدیت کا والا و شیدا بنا دیا اسی دوران حضرت عمر الدین صاحب تک امام الزماں کا پیغام پہنچا 30 جون 1905ء کو بیعت کا خط حضرت کی خدمت میں ارسال کیا اور ساتھ ہی عبادت میں وہ لطف آنا شروع ہوا جو آپ کے سامان گمان میں نہ تھا۔ دل ہر وقت حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے حد سے بڑھ کر بے قرار ومضطرب رہنے لگا۔

آخر اکتوبر 1907ء میں گجرات آئے اپنے والد اور بھائی کو مخالف پایا جن کے لئے ہر نماز میں رو رو کر دعائیں شروع کردیں آخر خدا نے آپ کی دستگیری کی اور آپ کے والد مع چند دوستوں کے جلسہ سالانہ پر جانے پر آمادہ ہوگئے اور بال آخر جماعت گجرات کے ساتھ قادیان کی پیاری اور مقدس بستی میں جا پہنچے یہاں پہنچتے ہی یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ سب جماعتیں اور بڑی بڑی بزرگ شخصیتیں حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے سخت بیقرار اور ترس رہی ہیں اور ملاقات کے لئے سر توڑ کوشش کر رہی ہیں۔

فرماتے ہیں:

’’یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی کیونکہ میں ایک مسافر کی حیثیت سے ایک دور دراز ملک سے تھوڑے عرصہ کے لئے گیا تھا اور ملاقات کے لئے دو سال سے تڑپ رہا تھا اور یہ میری دلی آرزو تھی کہ حضرت اقدس کی ملاقات کا موقعہ تنہائی میں میسر آئے جو بظاہر مشکل نظر آرہا تھا‘‘۔

آپ اس تڑپ میں دیوانہ وار بیت مبارک کی گلی میں گئے اور حضور کی ایک خادمہ کو بتایا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں اور حضرت اقدس کی تنہائی میں ملاقات کا شائق ہوں مہربانی ہوگی کہ حضور کی خدمت میں مسافر کا پیغام پہنچا دیں خادمہ یہ سنتے ہی اوپر گئیں اور جلد ہی واپس آکر خوشخبری سنائی کہ حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ آجائیں۔ چنانچہ ڈاکٹر عمر الدین صاحب اپنے والد اور دوستوں سمیت اوپر پہنچ گئے اور کھڑکی کھلی تو چودھویں کا چاند اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ طلوع ہوا یعنی حضرت اقدس ایک نورانی پیکر کی صورت میں جلوہ گر ہوگئے۔

اس کے بعد حضرت اقدس کی ملاقات، بیعت اور اس کے بعد پُرسوز دعا کا نقشہ حضرت ڈاکٹر صاحب ہی کے پُرکیف الفاظ میں سنئے۔ فرماتے ہیں:

میرے والد مرحوم باوجود مخالف ہونے کے حضور کے قدموں میں گر پڑے مگر حضور نے ازراہ کرم اپنے دست مبارک سے ان کے سر کو اٹھا کر کہا سجدہ کے لائق ذات باری ہی ہے۔ اس کے بعد عاجز نے شتر مرغ کے چار انڈے بطور نذرانہ پیش کئے حضور نے ازراہ کرم قبول فرمائے اور نہایت شفقت اور محبت سے میرے افریقہ میں رہنے اور سفر کے دیگر کوائف دریافت کئے اور میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا۔ کہ اس دنیا سے دل نہیں لگانا چاہئے اور یہ کہ اپنے آپ کو اس مسافر کی حیثیت میں سمجھنا چاہئے۔ جو کسی مسافر خانہ میں ٹکٹ لے کر گاڑی کا انتظار کر رہا ہو۔ اور مجھے کثرت سے استغفار پڑھنے کی بھی حضور نے تاکید فرمائی اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ باقاعدہ خطوں میں دعا کے لئے لکھتے رہو۔

پھر حضور نے میرے والد صاحب کی معہ دو تین اور ...... کے جو میرے ہمراہ تھے بیعت لی۔ ازاں بعد حضور نے اس قدر تڑپ اور سوز کے ساتھ ہمارے لئے دعا فرمائی کہ حضور کی آنکھیں پُرآب ہوگئیں اور ہمارے لئے بھی آنسوؤں کا روکنا محال ہوگیا۔ دل اس قدر نرم اور گداز تھا کہ اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ آج بھی وہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ حضور کے دست مبارک میں ہاتھ دینا۔ حضور کا نورانی چہرہ دیکھنا حضور کی شفقت بھری، شرمیلی آنکھوں کا پُرآب ہونا اور مجھ عاجز کمزور گنہگار کے لئے ہدایت اور استغفار فرمانا اور بار بار دعا کے لئے ......فرمانا۔ آہ جس وقت بھی وہ سماں سامنے آتا ہے طبیعت میں بجلی کا اثر ہو کر آنسوؤں کا تار بندھ جاتا ہے کیا وہ مبارک زمانہ تھا ......الغرض بیعت اور دعا کے بعد حضور نے مصافحہ سے سرفراز فرمایا اور اجازت بخشی۔ جب جماعت گجرات کے احباب نے معہ نواب خاں صاحب تحصیلدار ہماری اس ملاقات کا حال سنا تو رشک سے کہنے لگے کہ ہمیں ساتھ کیوں نہ لے گئے۔‘‘

(روزنامہ الفضل قادیان 14 جون 1942ء صفحہ 3)

قادیان میں دور دراز سے لوگ کھنچے چلے آئیں گے

مالی نصرتیں بھی آئیں گی اور دنیا میں تیری شہرت ہو جائے گی

حضرت اقدس مسیح موعودکواللہ تعالیٰ نے 1882ء میں الہاماً خبردی کہ:

یاتیک من کل فج عمیق

ترجمہ: ہرایک دور کی راہ سے مدد تجھے پہنچے گی اور ایسی راہوں سے پہنچے گی کہ وہ راہ لوگوں کے بہت چلنے سے جو تیری طرف آئیں گے گہرے ہو جائیں گے۔اور اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گی۔

حضرت اقدس مسیح موعودفرماتے ہیں:۔

یہ سب خبریں اس زمانہ کی ہیں جب کہ ان کے کچھ بھی آثار موجود نہ تھے اور ہماری اس وقت کی حالت کو دیکھنے اور جاننے والے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس حالت میں ایسی خبروں کے امکان کا وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا تھا بلکہ ان الہامات کے بعد اندرونی اور بیرونی طور پر یعنی خود اپنی قوم بھی اور دیگر عیسائی اور ہندو وغیرہ بھی سب دشمن ہو گئے مگر باوجود ان سب امور کے اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہی اور اس نے ایسی ایسی تائیدات کیں کہ اب اس وقت چار لاکھ یا اس سے بھی کچھ زیادہ انسان ہمارے ساتھ ہیں اور دور دراز سے آتے ہیں تحفے تحائف اور نقد وجنس جن کے وعدے خدا تعالیٰ کے کلام میں کئے گئے تھے سب پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

نیز فرمایا: سال بھر میں بھی کبھی ایک خط نہ آتا تھا لیکن اس گمنامی کے زمانہ میں علیم وخبیر خدا نے مجھے خبر دی جو براہین احمدیہ میں موجود ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جبکہ فوج درفوج لوگ تیرے پاس آئیں گے۔میں لوگوں کو کھینچ کھینچ کر لاؤں گا اور مالی نصرتیں بھی آئیں گی اور دنیا میں تیری شہرت ہوجائے گی۔

حضرت اقدس مسیح موعود اپنے اردو منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

میں تھا غریب و بیکس و گم نام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اِک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا
(درثمین)

فرمایا: یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے جو خدا تعالیٰ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صادق کی نشانی پیشگوئی ہے اور یہ بہت بڑا نشان ہے۔جس پر غور کرنا چاہئے۔

نیز فرمایا: خدا ترس دل لے کر میرے معاملہ پر غور کرتے تو ایک نور ان کی رہبری کرتا اور خدا کی رُوح اُن پر سکینت اور اطمینان کی راہیں کھول دیتی۔ وہ دیکھتے کہ کیا یہ انسانی طاقت کے اندر ہے جو اس قسم کی پیشگوئی کرے؟ انسان کو اپنی زندگی کے ایک دم کا بھروسہ نہیں ہوسکتا تو یہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ تیرے پاس دُور دراز سے مخلوق آئے گی اور ایسے زمانے میں خبر دیتا ہے جبکہ وہ مجوب ہے اور اس کو کوئی اپنے گاؤں میں بھی شناخت نہیں کرتا پھر وہ پیشگوئی پُوری ہوتی ہے اس کی مخالفت میں ناخنوں تک زور لگایا جاتا ہے اور اس کے تباہ کرنے اور معدوم کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جاتی مگر اللہ تعالیٰ اس کو برومند کرتا اور ہرنئی مخالفت پر اس کو عظیم الشان ترقی بخشتا ہے۔کیا یہ خدا کے کام ہیں یا انسانی منصوبوں کے نتیجے؟ اصل یہی ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں اور لوگوں کی نظروں میں عجیب۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

یأتیک من کل فج عمیق ... یأتون من کل فج عمیق ...چاروں طرف سے تحفے تیرے پاس آویں گے اور کثرت سے لوگ تیرے پاس آئیں گے یہ وہ وقت تھا جب کوئی انسان خیال بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ایسی حالت ہوجائے گی مگر حضرت مرزا صاحب نے جو نہ مال رکھتے تھے نہ شہرت نہ کوئی خطاب یافتہ تھے نہ سلطنت اور سوائے اس کے کہ آپ ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ہر قسم کی دنیاوی عزت سے محروم تھے ایسے وقت میں آپ نے اعلان کردیا کہ میرا نام تمام دنیا میں مشہور کیا جائے گا۔

شہرت حاصل ہوئی کہ دنیا کے دُور دراز حصوں سے آپ کے ملنے کے لئے لوگ آئے حتیٰ کہ آپ کی وفات سے ایک سال پہلے امریکہ سے تین آدمی آئے ان میں سے ایک نے سوال کیا کہ آپ مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مسیح تو معجزے دکھایا کرتا تھا آپ کیا معجزہ دکھاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے معجزے کو دیکھنے کے لئے کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں تم خود ہی میرا معجزہ ہو اس پر اس نے کہا یہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا دیکھئے اس وقت جب کہ قادیان سے چل کر بھی لوگ میرے پاس نہ آتے تھے اس وقت میں نے اعلان کیا تھا کہ میرا نام دنیا میں مشہور کیا جاوے گا اور دُور دُور سے لوگ مجھے ملنے کے لئے آئیں گے اب بتایئے آپ نے میرا نام امریکہ میں سُنا یا نہیں اور میرے ملنے کے لئے آئے یا نہیں؟ یہ سن کر وہ خاموش ہوگیا"۔

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب بٹالہ اسٹیشن پر قادیان جانیوالے مسافروں کو روکا کرتے تھے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:

"ایک موقعہ پر ایک دیہاتی مخلص احمدی کو، جب اس نے روکنے کی کوشش کی تو اس نے بہت ہی عمدہ جواب دیا اس نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو پکڑلیا اور جس کو پنجابی میں کہتے ہیں چھا مارنا، چھا مار کر آواز دی کہ لوگو! آجاؤ اور دیکھو شیطان کیسا ہوتا ہے نیکی کے رستوں سے روکنے والے لوگ کیسے ہوتے ہیں اور پھر اس نے ایک بڑا خوبصورت موازنہ کیا اس نے کہا مولوی صاحب ہم لوگوں کی جوتیاں گھس گئی ہیں قادیان جاتے جاتے اور تمہاری جوتیاں گھس گئی ہیں جانے والوں کو روکتے روکتے لیکن جانے والوں کے قافلے تم سے رُک نہیں سکے وہ بڑھتے چلے جاتے ہیں، دُور دراز سے لوگ مسلسل آتے چلے جارہے ہیں یہ خدائی قافلے ہیں تم ان کو نہیں روک سکتے۔"

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ جب قادیان کی زندگی احمدیوں کیلئے اس قدر تکلیف دہ تھی کہ (بیت الذکر) میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے آنے سے روکا جاتا، راستہ میں کیلے گاڑ دئے جاتے تا کہ گزرنے والے گریں۔ اس وقت حضرت مسیح موعود نے بتایا کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ یہ علاقہ اس قدر آباد ہوگا کہ دریائے بیاس تک آبادی پہنچ جائے گی۔

نیز فرمایا:"آج سے ساٹھ سال پہلے بڑا مشکل لگ رہا تھا کہ دنیا کے غیر ممالک سے لوگ قادیان نہیں آسکتے لیکن آج جب ہم اس حوالے سے دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہے۔

بہرحال آپ (حضرت مصلح موعود) کہتے ہیں کہ"اگر کسی وقت امریکہ میں ہماری جماعت کے مالدار لوگ ہوں اور وہ آمدورفت کے لئے روپیہ خرچ کرسکیں تو...... یہ امر بھی ضروری ہوگا کہ وہ اپنی عمر میں ایک دو دفعہ قادیان بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر آئیں۔"

آپ فرماتے ہیں کہ"مَیں تو یہ یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن آنے والا ہے جبکہ دور دراز ممالک کے لوگ یہاں آئیں گے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رؤیا ہے جس میں آپ نے دیکھا کہ آپ ہوا میں تیر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عیسیٰ تو پانی پر چلتے تھے اور مَیں ہوا پر تیر رہا ہوں اور میرے خدا کا فضل ان سے بڑھ کر مجھ پر ہے۔(یہ آپ نے خواب دیکھی۔) اس رؤیا کے ماتحت مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جس طرح قادیان کے جلسے پر کبھی یکّے سڑکوں کو گھسا دیتے تھے اور پھر موٹریں چل چل کر سڑکوں میں گڑھے ڈال دیتی تھیں اور اب ریل سواریوں کو کھینچ کھینچ کر قادیان لاتی ہے۔اسی طرح کسی زمانے میں جلسہ کے ایام میں تھوڑے تھوڑے وقفے پر یہ خبریں بھی ملا کریں گی کہ ابھی ابھی فلاں ملک سے اتنے ہوائی جہاز آئے ہیں۔ یہ باتیں دنیا کی نظروں میں عجیب ہیں مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں عجیب نہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب یہ نظارے ہم کثرت سے دیکھ رہے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا دنیا کے بیس پچیس ممالک کے لوگ اس وقت ہوائی جہاز کے ذریعہ سے ہی وہاں قادیان جلسے پر گئے ہوئے ہیں اور بعض ایسے ملکوں کے مقامی لوگ ہیں جن کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ وہاں پہنچیں گے۔اور یہ بھی بعید نہیں کہ کسی وقت چارٹرڈ فلائٹس چلا کریں اور قادیان کے جلسے میں لوگ شامل ہوا کریں۔ (خطبہ جمعہ 25 دسمبر 2015ء)

فرمایا: اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمیں ترقیات کے نظارے دکھا بھی رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی دکھائے گا۔ ہر الہام اور پیشگوئی اپنے وقت پر پوری بھی ہوئی ہے جن سے ہم نے حضرت مسیح موعود کی صداقت کے نشان دیکھے ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ ہوں گی۔ یہ الٰہی تقدیر ہے اور بہرحال اس نے غالب آنا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود کے غلاموں کے ذریعہ سے ہی (دین) کا غلبہ تمام دنیا میں ہونا ہے۔ پس ان خوشخبریوں کے ساتھ کمر ہمت کس لیں اور دعاؤں پر بھی بہت زیادہ زور دیں۔ بہت بڑی ذمہ داری ہے ہم پر"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود کا وفادار بننے

جلسہ سالانہ قادیان 2016ء کے موقع پر
Malido Airline کا چارٹرڈ طیارہ 180 انڈونیشین مہمانان کو لے کر امرتسر ایئر پورٹ پر اترا۔

مکرم انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب

زمانہ حضرت مسیح موعود اور سائنسی ترقیات

یہ عجیب اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جس صدی میں مسیح موعود کی پیدائش ہوئی اس صدی میں حیرت انگیز سائنسی ترقیات معرض وجود میں آئیں۔ آپ نے اپنے علم کلام میں مجمل طور پر ان سائنسی ترقیات کا ذکر فرمایا ہے۔ چند فقرات اس طرح ہیں۔

”...... بوجہ انتظام ڈاک وریل وتار وجہاز و وسائل متفرقہ اخبار وغیرہ......“

”ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم“

”بری اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک ایسی شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے......“

چنانچہ جب ہم سائنس اور انجینئرنگ کی تاریخ پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو حضرت مسیح موعود کی پیدائش اور حیات طیبہ کے مختلف مراحل کے ساتھ ان سائنسی ایجادات اور ترقیات کا ایک توارد دیکھتے ہیں۔

بجلی (Electric Power)

حضرت مسیح موعود کی پیدائش 1835ء میں ہوئی اور الیکٹرانکس میں بجلی کی رو Electric Relay کا تعارف پہلی دفعہ 1835ء میں ہوا۔ ٹیلیگراف 1837ء میں، پہلا الیکٹرک بلب 1878ء میں متعارف ہوا۔ الیکٹرک پاور انڈسٹری کی تاریخ میں لکھا ہے کہ فیراڈے Faraday نے 1831ء میں بجلی پیدا کرنے کی ایجاد کی اور 1878ء میں تھامس ایڈیسن Thomas Edison نے اس سلسلہ میں امریکہ میں پیش رفت کی۔

1882ء میں ایڈیسن نے دنیا کا پہلا بجلی گھر لندن میں قائم کیا اور 1882ء میں ہی حضرت مسیح موعود کو ماموریت کا پہلا الہام ہوا۔ الیکٹرک انڈسٹری بڑی تیزی سے ساری دنیا میں پھیل گئی آج ایک اندازے کے مطابق ساری دنیا میں مجموعی طور پر 2 کروڑ 35 لاکھ 36 ہزار GWH500 یعنی Giga Watt Hour بجلی پیدا ہو رہی ہے۔

مواصلات کی ٹیکنالوجی

جہاں تک مواصلات کی ٹیکنالوجی (Communication) کا تعلق ہے ریڈیو، ٹیلیویژن، فونوگراف، ٹیلیفون، ڈاک کا انتظام، ٹیلیگراف کی اپنی الگ تاریخ ہے۔ وائرلیس مواصلات کا آغاز 1893ء میں Nikolal Telsa's نے کیا۔

ریڈیو براڈ کاسٹنگ

ریڈیو کی ایجاد میں Gullielmo

Marconi (مارکونی) کا نام نمایاں طور پر لیا جاتا ہے۔ 1896ء میں اسے حکومت برطانیہ کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ ریڈیو پیغام رسانی ابتداء میں اگن بوٹ (Steamships) اور زمین پر قائم مراکز تک محدود تھی جس نے جنگ عظیم میں بڑا کام دیا جس کے بعد باقاعدہ براڈ کاسٹنگ سٹیشن بننے کا کام شروع ہوا۔ 1925ء میں لندن میں براڈ کاسٹنگ شروع ہوئی اور 1927ء میں بی بی سی معرض وجود میں آئی۔

اب تو خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ نے بھی اپنا ڈیجیٹل ریڈیو براڈ کاسٹنگ سٹیشن بنا لیا ہے جس کا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لندن میں 7 فروری 2016ء کو افتتاح فرمایا ہے۔

ٹیلیویژن

1884ء میں ایک جرمن سٹوڈنٹ Paul Gottlieb Nipkow نے تجربہ کے ذریعے الیکٹرومکینیکل ٹیلیویژن کا آغاز کیا اس ڈیزائن کو بنیاد بنا کر نصف صدی تک اس پر ریسرچ ہوتی رہی اور بالآخر پہلا براڈ کاسٹنگ ٹیلی ویژن 1930ء میں شروع ہوا۔ اب یہ ترقی کرتا کرتا دنیا کے ہر ملک تک پہنچ چکا ہے۔ 1990ء اور 1995ء کے درمیان اللہ تعالیٰ کی تجلی اس طرح بھی ظاہر ہوئی کہ خلافت رابعہ میں جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ٹیلی ویژن 1994ء میں عطا فرما دیا جو ایم ٹی اے کے نام سے روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اس سے اگلا اور بہت بڑا قدم انٹرنیٹ Internet ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کی جماعت کو عطا فرما دیا ہے۔

فونوگراف

فونوگراف بھی ہماری خاص دلچسپی کا باعث ہے۔ یہ (Device) ایجاد بھی Thomas Edison کے نام کی طرف منسوب ہے جس کا

آغاز 1870ء میں ہوا۔ ٹیلیفون اور ٹیلیگراف پر ریسرچ کرتے ہوئے Edison نے 1877ء میں فونوگراف ایجاد کیا اور اس پر کچھ مزید بالیدگی پیدا کر کے گراہم بل (Alexander Graham Bell) نے گریفوفون Graphophone ایجاد کیا۔ حضرت مسیح موعود نے فونوگراف سے فائدہ اٹھا کر 1899ء میں اس میں اپنی نظم

آواز آ رہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

ریکارڈ کروائی۔ لیکن یہ ایجاد دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ آواز محفوظ نہ رہ سکی۔ تاہم یہ ایجاد آگے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے لئے پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

ٹیلیفون

مواصلات ٹیکنالوجی کی تاریخ میں ٹیلیفون کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ دراصل ٹیلیفون انیسویں صدی کی سب سے عظیم ایجاد ہے۔ دو اشخاص کا اس سلسلے میں نام لیا جاتا ہے ایک زیادہ معروف نام ہے۔ Alexander Graham Bell اور دوسرا کم معروف نام Elisha Gray کا ہے جنہوں نے اس ایجاد کو تکمیل تک پہنچایا۔

وکی پیڈیا کے مطابق الیگزینڈر گراہم بل نے 10 مارچ 1876ء کو ٹیلیفون ایجاد کیا۔ یہ وہ سال ہے جب تقریباً 40 سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود کو پہلا الہام ہوا تھا اور آپ نے اس کے ساتھ ہی قلمی جہاد کا آغاز فرمایا۔ اس وقت Cellular Phones تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ ساری دنیا میں Cellular Phones کی تعداد 45 ملین تک بتائی جاتی ہے۔ اس کے بعد Smart Phones آگئے ہیں اور آگے خدا جانے کہاں تک ترقی ہوگی۔

ڈاک کا انتظام

ڈاک کے انتظام کو حضرت مسیح موعود کے زمانے سے ایک خاص نسبت ہے۔ اگرچہ پوسٹل سسٹم پہلے سے جاری تھا لیکن گھوڑوں سے بگھی اور سٹیمرز اور روڈ اور ریلوے اور اب ہوائی جہاز تک کے ذریعہ ڈاک کی ترسیل ترقی کر گئی ہے۔ اب یہ ترقی الیکٹرانک میل EMail تک پہنچ گئی ہے۔

برٹش انڈیا میں حضرت مسیح موعود کے زمانے میں ڈاک کا نظام بہت عمدہ تھا۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے ہزاروں خطوط اور تالیفات اور اشتہار دنیا کے کونے کونے میں اس نظام کے ذریعے پہنچائے۔

ٹیلیگراف اور فیکس

اس سلسلے میں مسیح موعود کے زمانے کی ایک اور اہم ایجاد ٹیلیگراف ہے۔ پہلی الیکٹریکل ٹیلیگراف Samuel Soemmerins نے 1809ء میں ایجاد کی۔ ٹیلیگرافی کا لفظی معنی تحریری پیغام ہے۔ دنیا کی پہلی ٹیلیگراف کمپنی 1846ء میں Hohn Lewis Ricardo نے بنائی جو 1855ء تک قائم رہی جس کے بعد یہ Electric & International Telegraph Co میں ضم کر دی گئی۔

پہلی فیکس مشین Fascimile Machine سکاٹ لینڈ کے الیگزینڈر بین Alexander Bain نے 1843ء میں ایجاد کی۔

1870ء میں Thomas Edison نے پہلی Full Duplex Two Way Telegraph ایجاد کی۔ 1876ء میں ٹیلیفون کی ایجاد سے اس کی اہمیت کم ہوگئی۔ تاہم 1880ء سے انیسویں صدی کے اختتام تک ٹیلیگراف نے اہم کردار ادا کیا۔

اور بحری مرکب (سواریوں) میں ریل اور اگن بوٹ (Steamers) وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے دراصل ریلوے حضرت مسیح موعود کے زمانے کی خاص ایجاد ہے۔ صدیوں سے انسان پیدل اور اونٹ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے پر سفر کرتا تھا۔ ریلوے کی ایجاد نے بری سفروں میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ عرب اور شمالی افریقہ بلکہ ساری دنیا میں اونٹ بیکار ہو گئے۔ اب ہر جگہ ریل گاڑی نظر آتی ہے۔

ریل گاڑی

جارج سٹیفن سن (George Stephenson) ریلوے کا موجد شمار ہوتا ہے۔ انیسویں صدی کے شروع میں اس کا آغاز ہوا اور 21 فروری 1804ء کو دنیا میں پہلا ریلوے سفر ہوا۔ ریلوے انڈسٹری انسانی مہارت کی دو سو سالہ تاریخ ہے۔ 1830ء اور 1870ء کے دوران اس میں خاطر خواہ کام ہوا اور 4/اگست 1883ء کو برطانیہ کی پہلی الیکٹرک ریلوے کا برائٹن میں افتتاح ہوا۔ یورپ سے نکل کر جہاں جہاں وکٹوریا کی حکومت تھی ریلوے کا نظام پھیلا گیا۔ جنگلوں دریاؤں پہاڑوں، صحراؤں اور دلدل کے علاقوں میں ریلوے لائن بچھانے کے لئے پشتے Embankments اور پُل Bridges بنائے گئے اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ریلوے ٹریک بچھ گئے۔ انیسویں صدی کی غالباً سب سے اہم ایجاد ریلوے ہے جس نے دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ براعظم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک Trancontinental Rail Road بن گئیں جو سمندروں کے کناروں اور براعظموں کی آخری حد تک پہنچ گئیں جہاں سے دوسرے براعظم تک پہنچنے کے لئے اگن بوٹ Steamer کو استعمال کیا جانے لگا۔ جو علاقے برٹش ایمپائر سے باہر تھے انہوں نے بھی اس ایجاد سے فائدہ اٹھایا۔ حتیٰ کہ عثمانیہ حکومت نے انقرہ سے دمشق اور دمشق سے حاجیوں کے لئے مدینہ تک ریلوے لائن بچھا دی۔

اگن بوٹ

اگن بوٹ Steamboats سے ترقی کرتے کرتے سٹیم شپ یا سٹیمر کی شکل اختیار کر گیا۔ انیسویں صدی کے آغاز پر ہی پہلا سٹیم شپ منظر عام پر آیا۔ پہلا سٹیم شپ ایک عظیم انجینئر Isambard Kingdom Brunal نے 1838ء میں بنایا جس سے بحر اوقیانوس (Atlantic) کے آر پار جانے کا آغاز ہوا۔ 1870ء تک سمندری سفروں کے لئے بحری جہازوں میں کافی سہولتیں پیدا ہو گئیں۔ 1880ء میں جہازوں کا سائز بڑھایا گیا جس کے ذریعہ لوگوں نے یورپ سے امریکہ نقل مکانی کی۔ 1897ء میں سٹیم ٹربائن انجن کی ایجاد ایک برطانوی انجینئر چارلس پارسنز Charles Parsons نے کی۔ اس طرح کے جہاز دونوں عالمی جنگوں میں بھی استعمال ہوئے۔ جس کے بعد بحری جہازوں میں مسلسل ترقیات ہوتی چلی گئیں۔ بحری جہاز کے ذریعے ہی ہمارے مربیان برطانیہ اور امریکہ اور ماریشس تک گئے۔ حضرت مصلح موعود نے بھی پہلا سفر یورپ 1924ء میں بحری جہاز پر کیا۔

ہوائی جہاز
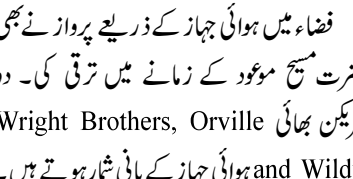
فضاء میں ہوائی جہاز کے ذریعے پرواز نے بھی حضرت مسیح موعود کے زمانے میں ترقی کی۔ دو امریکن بھائی Wright Brothers, Orville and Wildur ہوائی جہاز کے بانی شمار ہوتے ہیں۔ جن کی پیدائش حضرت مسیح موعود کے زمانے میں 1871ء اور 1867ء میں ہوئی اور حضرت مسیح موعود کی زندگی کے آخری سالوں میں بیسویں صدی کے شروع میں مسافروں کے ساتھ پرواز کا آغاز ہوا۔ حضرت مسیح موعود کی وفات تک اتنی ترقی ہو گئی کہ 1909ء میں فرانسیسی ہوا باز نے جس کا نام Louis Bleriot تھا انگلش چینل اڑ کر پار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ بیسویں صدی سے Jet Age کا آغاز ہوا۔ عالمی جنگ میں اس کا استعمال ہوا اور مزید ترقی ہوتی گئی۔ 1969ء میں راکٹ کے ذریعے نیل آرم سٹرانگ Neil Armstrong اور ایڈون ای ایلڈرن (Edwine E Aldrin) چاند کی سطح پر اترنے میں کامیاب ہو گئے۔

پرنٹنگ پریس کی ایجاد

پرنٹنگ پریس کی ایجاد رومن ایمپائر کے دوران جرمنی کے جوہنز گوٹن برگ (Johannes Gutenberg) نے 1440ء میں کی۔ مختلف ادوار میں اس کی ترمیم ہوتی گئی۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں 1843ء میں روٹری پریس ایجاد ہوا اور 1875ء میں آف سیٹ پرنٹنگ اور ترقی کرتے کرتے 1910ء میں سکرین پرنٹنگ شروع ہو گئی۔

کاغذ کی صنعت کاری اگرچہ چینیوں نے زمانہ قدیم میں کی جہاں سے اولاً سمرقند میں اور پھر سارے عالم اسلام میں کاغذ کی ایجاد پھیل گئی اور کاغذ کی صنعتکاری میں مسلمانوں نے خاطر خواہ کام کیا۔ انیسویں صدی میں حضرت مسیح موعود کے زمانے میں کاغذ کی لکڑی کے گودے کے ریشوں سے بننا شروع ہوا اور رنگ اڑا کر سفید کاغذ بننے لگا۔ انیسویں صدی کے آخر تک سارا یورپ کپڑے کے چیتھڑوں کی بجائے لکڑی کے گودے سے کاغذ بنانے لگا ادھر فاؤنٹین پن (Fountain Pen) کی ایجاد اور سٹیم سے چلنے والے پرنٹنگ پریس کی ایجاد سے اس صدی میں صنعتی ممالک کی اکانومی اور سوسائٹی میں بہت بڑی تبدیلی پیدا ہوئی۔ لکڑی کے گودے کے ریشوں سے سستا کاغذ تیار ہونے لگا اور 1850ء تک کاغذ اور قلم کے دور میں ایک انقلاب محسوس ہونے لگا۔ دنیا بھر میں پرنٹنگ پریس لگنے لگے اور کتابوں اور رسالوں اور اخباروں کی اشاعت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ ”کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک ایسی شیرینی کی طرح بنا دیا ہے جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے“۔

اسفالٹ روڈز (پکی سڑکیں)

حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی اسفالٹ روڈز Asphalt Roads کا آغاز ہوا۔ کنکریٹ بیس (بنیاد) پر اسفالٹ سٹیٹ بچھانے کا کام 1858ء میں پیرس میں اور 1870ء میں نیویارک میں ہوا۔ پختہ اور پکی سڑکوں کے لئے دریاؤں اور ندی نالوں پر مضبوط پل بنائے گئے۔ پہاڑوں میں سرنگ (Tunnel) کھود کر سڑکیں گزاری گئیں۔ دنیا بھر میں پکی سڑکوں اور ریلوے لائنوں کا ایک جال بچھ گیا۔ جس سے مہینوں کے سفر دنوں میں طے ہونے لگے اور اب بری، بحری اور ہوائی سفروں کی سہولت ایک طرف Transportation اور دوسری طرف Communication ریڈیو ٹیلی ویژن وغیرہ بھی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے۔

صنعتی انقلاب

دراصل صنعتی انقلاب 18ویں سے 19ویں صدی تک رونما ہوا اور یورپ میں زرعی دیہی علاقے انڈسٹریل اور شہری آبادی میں منتقل ہو گئے اور بالخصوص سٹیم انجن کی ایجاد نے دستی کاموں کو مشینی کاموں میں بدل دیا اس ضمن میں سب سے بڑی مثال ریلوے کی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ بجلی کی ایجاد نے اسے حقیقی انقلاب بنا دیا۔ بجلی کی ایجاد سے دنیا روشن ہو گئی۔ مشینیں بننے اور چلنے لگیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر سب بجلی سے چلتے ہیں۔ گویا Transportation ٹرانسپورٹیشن اور سواریوں اور Communication کمیونیکیشن یعنی ذرائع ابلاغ کی ترقیات سے دنیا ایک گلوبل ولیج بن گئی اور یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے اس لئے حضرت مسیح موعود نے ریلوے اور بجلی کی ایجادات کو الہام اور انعام قرار دیا ہے۔

باہمی زبانوں کا علم

زبان کے علم کو Linguistics کہتے ہیں۔ دنیا کے مختلف ملکوں اور خطوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے زمانے میں ٹیلی کمیونیکیشن اور ٹرانسپورٹیشن کے ذریعے ساری دنیا کے لوگوں کے میل ملاپ شروع ہو گئے۔ کتابوں کی اشاعت ہوئی تراجم ہونے لگے۔ حضرت مسیح موعود نے ثابت کیا ہے کہ عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے اور تمام زبانیں عربی سے نکلی ہیں۔ زبانوں کی سائنسی سٹڈی اگرچہ قرون اولیٰ میں بھی بکثرت ہوئی اور اس کے لئے عباسی خلافت میں نمایاں کام ہوئے لیکن مسیح موعود کے زمانے میں احیاء نو ہوا اور سائنسی علوم کے علاوہ مذہبی کتاب کے بھی تراجم بکثرت شائع ہونے لگے۔ حضرت مسیح موعود کی اولین ترجیحات قرآن کریم کے عربی متن کے ساتھ دنیا کی اہم زبانوں میں تراجم کا کام تھا۔ احمدیت کی پہلی صدی ختم ہونے پر تیسرے خلیفہ نے جماعت کو 100 زبانوں کا ٹارگٹ دیا جو تدریجاً حاصل کیا جا رہا ہے۔ جماعت کا ایک اہم انسٹیٹیوشن جلسہ سالانہ ہے۔ نئی ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے احمدی انجینئرز نے جلسہ سالانہ کی تقریروں کے تراجم کو مختلف لوگوں تک ان کی زبان میں پہنچانے کے لئے سسٹم ڈیزائن کیا اور جلسہ سالانہ ربوہ 1980ء پر اس کا آغاز کیا۔ اردو سے انگلش اور انڈونیشین زبان میں ترجمہ سے آغاز کر کے برطانیہ کے جلسوں پر اس میں وسعت پیدا ہوتی رہی اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح کے خطبہ جمعہ اور دیگر خطابات کا رواں ترجمہ تقریباً ایک درجن زبانوں تک پہنچ گیا ہے اس میں ایم ٹی اے کی ایک خاص Contribution

ہے۔ وہ دن قریب ہیں جب خدا کا کلام اپنے متن کے ساتھ ہر قوم کی اپنی زبان تک پہنچا دیا جائے گا۔

اشاعۃ السنۃ

نمبر ۶ و ۷ و ۸ جلد (۷)

بابت ماہ شعبان و رمضان و شوال سنہ ۱۳۰۱ ہجری مطابق جون جولائی اگست سنہ ۱۸۸۴ء

قیمت سالانہ ... گورنمنٹ اور عام اغنیا سے ... متوسط الحال ... سے ... ہے وسعت اہل علم سے جو اسکی اشاعت کرین دعا خیر

خط و کتابت وارسال زر ... بنام ... حسب نشان ذیل ہونا چاہیے ... ابو سعید محمد حسین - مہتمم اشاعۃ السنۃ

اشتہار واجب الاظہار

ایک شخص فیض الحق نامی پست قامت ... گندم گون ... عرصہ دو سال سے ہندوستان و پنجاب کے اکثر شہرون مین ہمارا رشتہ ... ہمارے نام جعلی خطوط دکھلا کر لوگون کو دھوکہ دے رہا ہے۔ ... قیمت اشاعۃ السنۃ لوگون سے وصول کرتا ... اشاعۃ السنۃ کے نمبر ... کے ... اشتہار مین ... حال چھاپا گیا تھا ... اسی اشتہار مین ... رسالہ ... آپ اسکو ... اشاعۃ السنۃ کے ... عام لوگون کا مال ... شروع کر دیا ہے۔ ... کسی کو ... نہین دیا ... ہے ...

نام کے جعلی خطوط ... سفارش اور جعلی ... چندہ بنام ... روپیہ وصول کرنا چاہا - بعض جگہ ... جعلی دستخط ... وصول کر لیا - لہذا ... لوگون کے ... جاری کیا گیا ہے تا احباب و اخوان کے ... ہمارا ... خط ... کسی ... صورت کا ... نہ کرین ... اشاعۃ السنۃ ... روپیہ ... کسی کے ہاتھ مین ... اپنے روپیہ کا خود ذمہ دار ہوگا۔

ابو سعید محمد حسین مہتمم اشاعۃ السنۃ

اطلاع بقیہ

[illegible]

اور جواب پولیٹیکل نکتہ چینی مختصر لہذا ہم اسکے جواب کو مقدم کرتے ہین وباللہ التوفیق

پولیٹیکل نکتہ چینی کا جواب

مولف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جسقدر ہم واقف ہین ہمارے معاصرین ایسے واقف کم نکلینگے - مولف صاحب ہمارے ہموطن ہین بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب اُس زمانہ سے آجتک ہم مین اُنمین خط و کتابت و ملاقات و مراسلت برابر جاری رہی ہے اسلئے ہمارا یہہ کہنا کہ ہم اُن کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہین مبالغہ قرار نہ دئے جانے کے لائق ہے -

گورنمنٹ انگلشیہ کی مخالفت کا خیال مولف کے اس پاس بہی نہین پہٹکا وہ کیا انکے خاندان مین اس خیال کا کوئی آدمی نہین ہے بلکہ انکے والد بزرگوار مرزا **غلام مرتضی** نے تو عین زمانہ طوفان بے تمیزی (**غدر ۱۸۵۷ء**) مین گورنمنٹ کا خیرخواہ جان نثار و وفادار ہونا عملاً بہی ثابت کر دیا اس غدر مین جبکہ **تر مون** کے گھاٹ پر متصل گورداسپور مفسد بدطینت نے یورش کی تہی انکے والد ماجد نے باوجود یکہ وہ بہت بڑے جاگیردار و سردار نہ تھے اپنی جیب خاص سے **پچاس گھوڑے** مع سواران و ساز و سامان طیار کر کے زیر کمان اپنے فرزند دلبند مرزا غلام قادر مرحوم کے گورنمنٹ کی معاونت مین دئے جسپر گورنمنٹ کی طرف سے انکی اس خدمت پر شکریہ ادا ہوا اور کسی قدر انعام بہی ملا - علاوہ برآن ان خدمات کے لحاظ سے مرزا صاحب مرحوم (والد مولف) ہمیشہ مورد کرم و لطف گورنمنٹ رہے اور دربار گورنری مین عزت کے ساتھ انکو کرسی ملتی رہی اور حکام اعلی ضلع و قسمت (یعنی صاحبان ڈپٹی کمشنر و کمشنر) چٹہیات خوشنودی مزاج (جنمین سے کئی چٹہیات اسوقت ہمارے سامنے رکہی ہوئی ہین) وقتاً فوقتاً انکو عطا کرتے رہے ہین اُن **چٹہیات** سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بڑے دلی جوش سے لکہی گئی ہین جو بغیر ایک خاص خیرخواہ اور **سچے** وفادار کے کسی دوسرے کے لئے تحریر نہین ہو سکتین اکثر صاحبان ڈپٹی کمشنر و کمشنر اپنے ایام دورہ مین ازراہ خوش خلقی و محبت و دلجوئی مرزا صاحب کے مکان پر جا کر ملاقات کرتے رہے اور انکی وفات پر صاحبان کمشنر و فنانشل کمشنر اور صاحب

جواب خدا تعالی نے آنحضرت کی طرف سے دیا ہے وہی ہم اس مقام مین مولف براہین کیطرف سے دے سکتے ہین

الجواب سورہ **شعرا** مین اللہ تعالی نے مشرکین کی اسی بات کے جواب مین فرمایا ہے کہ اس قرآن کو شیاطین نہین اتارا اور نہ انکو یہ طاقت ہے وہ تو آسمانون کی خبرین سننے سے آگ کے شعلون کے ساتھ ہٹا دیے جاتے ہین ہم نہین بتا دین شیطان کن لوگون پر اترتے ہین - وہ بڑے جہوٹے گنہگارون پر اترتے ہین اور انکو وہ جو کچہہ چوری سے آسمان سے سنکر پہنچاتے ہین ... پہنچاتے ہین ... اکثر باتون مین جہوٹے نکلتے ہین۔

> وما تنزلت به الشياطين وما ينبغي لهم وما يستطيعون انهم عن السمع لمعزولون هل انبئكم على من تنزل الشياطين تنزل على كل افاك اثيم يلقون السمع واكثرهم كاذبون [illegible]
>
> (شعرا ع)

اس جواب کا حاصل (چنانچہ بیضاوی و امام رازی نے بیان کیا ہے) یہہ ہے کہ قرآن جو آنحضرت پر نازل ہوا ہے **دو وجہ** سے القاء شیطانی نہین ہو سکتا - **اول** یہہ کہ جن لوگون کے پاس شیطان اترتے ہین وہ اپنے افعال و اعمال مین شیطانون کے دوست اور بہائی ہوتے ہین بڑے گنہگار اور بڑے جہوٹے - اور یہہ باتین آنحضرت صلعم مین پائے نہین جاتین وہ تو شیطان کے دشمن ہین اور شکوہ ... کرنیوالے جہوٹ اور گناہون سے مجتنب اور ان سے منع کرنیوالے دوم وہ باتین جو شیطان لاتے ہین اکثر جہوٹی نکلتی ہین اور آنحضرت کے قرآن کی ایک بات بہی جہوٹی نہین -

یہی جواب ہم الہامات مولف براہین کی طرف سے دے سکتے اور یون کہہ سکتے ہین کہ شیطان اپنے ان دوستون کے پاس آتے ہین اور ان کو (انگریزی خواہ عربی مین) کچہہ پہنچاتے ہین جو شیطان کی مثل فاسق و بدکار اور جہوٹے و دغاباز ہین

اور مولف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کے رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہین اور نیز شیطانی القا اکثر جہوٹ نکلتے ہین اور الہامات مولف براہین سے (انگریزی مین ہون خواہ ہندی و عربی وغیرہ) آجتک ایک بہی جہوٹ نہین نکلا (چنانچہ اُنکے مشاہدہ کرنے والون کا بیان ہے گو ہکو ذاتی تجربہ نہین ہوا) پہر وہ القاء شیطانی کیونکر ہو سکتا ہے - کیا کسی مسلمان متبع قرآن کے نزدیک شیطان کو بہی یہہ قوت قدسی ہے کہ وہ انبیا و ملائکہ کی طرح خدا کی طرف سے مغیبات پر اطلاع پائے اور اسکی کوئی خبر غیب صدق سے خالی نہ جائے حاشا و کلا -

شاید بیان ہمارے **معترض** مہربان مولف براہین احمدیہ کے ساتھ ہم کو بہی ملا دین اور ہم پر **بہی فتوی** کفر لگا دین ہم یہ فرمائین کہ اس جواب مین مولف براہین کو آنحضرت سے ملا دیا گیا ہے اور انکے الہامات کو وحی نبوی کی مانند تصرف شیطانی سے معصوم ٹھہرایا گیا ہے - **لیکن مین** انکے فتوے کفر سے نہین ڈرتا کیونکہ مین خود اُن پر فتوی کفر لگا سکتا ہون - جو انکے پاس آریا سانچا یا مشین تکفیر ہے وہ مین بہی کہین سے مستعار لیکر کام چلا سکتا ہون - ہان انکی بات کا یہہ جواب دیتا ہون کہ مولف براہین احمدیہ (جبکہ انکو الہامات صادق ہون اور وہ متبع سنت) یا اولیا امت محمدیہ انبیا کی مثل معصوم نہین تو محفوظ تو ہو سکتے ہین خصوصاً ان الہامات مین جو قرآن اور دین اسلام کے موافق اور مؤید ہون - ان الہامات مین حفاظت کا حصہ وہ بطور وراثت بحکم العلماء ورثۃ الانبیاء عصمت انبیا سے پاتے ہین - ان مین اُن مین فرق یہہ ہے کہ انبیا علیہم السلام عموماً (یعنی اپنے ہر ایک الہام مین) معصوم ہوتے ہین اور اولیا خصوصاً ان الہامات مین جو شرع نبی کے مخالف نہون) اور ان الہامات پر وہ قائم و ثابت ہو کر مخلوق ... انبیا کے الہامات کی عامہ خلائق کو پابندی واجب ہے

(اس قرآن مجید کے جملہ مضامین کے حقوق محفوظ ہیں)

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝

ترجمہ:- یہ بڑے مرتبہ کا قرآن ہے جو کتاب لوح محفوظ میں محفوظ ہے

قرآن مجید

معجز نمائے عکسی

مترجم بہ دو ترجمہ

ترجمۂ اول (لفظی) رئیس الفقہاء والمحدثین حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی کا ہے جو سب پرانے مطبوعہ مترجم قرآن مجید سے صحت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں میں بلا اختلاف مقبول ہے۔ ترجمۂ دوم (بامحاورہ) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ہے یہ ترجمہ بامحاورہ سلیس اور صحیح ہے نیز تمام تفاسیر کے آخری اور متفقہ قول کے مطابق ہے۔ ہر دو ترجمے مستند اور مقبول عام ہیں۔ حاشیہ پر تفسیر کبیر، ابن جریر، درمنثور، خازن، ابن کثیر، مدارک، موضح القرآن، مسند حاکم، ابن مردویہ، ابن ابی حاتم، مسند بزار، مسند امام احمد، اسباب نزول جلال الدین سیوطی اور صحاح ستہ کے خلاصوں اور مطالب سے ایک جامع تفسیر سلیس، شستہ اور عام فہم اردو میں صحت اور سند کے ساتھ تحریر ہے۔ جس کی خوبیاں مطالعہ سے ظاہر ہوں گی صحت۔ اس کی صحت ہندوستان کے مایۂ ناز علماء و حفاظ نے انتہائی اہتمام سے فرمائی۔ طباعت یہ قرآن مجید اس سے قبل کئی بار معمولی طریقہ پر چھپ کر مقبول عام ہو چکا ہے۔ لیکن اس مرتبہ ہم نے خاص اہتمام سے فوٹو کے ذریعہ آفسٹ مشین (خاص فوٹو چھاپنے کی مشین) پر شائع کیا ہے۔ نیز خالی ہاتھ کے بجائے آفسٹ مشین پر ہی چھپی ہے

(باجازت مولوی نور محمد)

کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

نے شائع کیا

۳۰

حقی ہو سکتے تھے نہ شافعی بلکہ ان سے قطعی خارج اور ان کا یہ کل کلام غلط تھا پس اسکا علاج مولوی نذیر حسین نے اپنی عمر کے آخری ثلث میں یہ سوچا کہ لوگوں کو مذاہب اربعہ ہی سے برگشتہ کیا جائے کہ بر گشتہ گیر تا بہ تپ راضی شود۔ اور یہ کہا جائے کہ نئے سرے سے حدیث سے مسائل نکالو اور ان پر عمل کرو پس مولانا نے اس مہم پر فتح پانے کے خیال سے مندرجہ بالا علماء و نیز تمام قدیم علماء کے مسالک کے خلاف قدم اٹھا کر اپنے شاگردوں کو یہ ہدایت کرتے رہے کہ قدیم بزرگوں کی تحقیق کی قرآن و احادیث کو ضرورت نہیں ہے تم خود حدیث پر غور کر کے مسائل نکال کر عمل کرو اس تحریک سے انھوں نے اہل حدیث کی ایک نئی قسم کی الگ جماعت کھڑی کر لی تاکہ وہ خاص طور پر بدعات کو روکنے کی کوشش کرے مگر ان کے بعد ان کے شاگرد یعنی اس جماعت کے عالم مولانا کے اصل مطلب کی حد پر قائم نہ رہے بلکہ ضد بحثی میں آ کر بے فائدہ فروعی مسائل میں جھگڑے اٹھایا اور غلو سے کام لیکر اور جاہل مسلمانوں کی ایک کافی جماعت الگ کر کے اون کے دل میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بغض قائم کیا۔ اور جیسا خارجی دوسرے مسلمانوں کو یہ کہکر کافر بتایا کرتے تھے کہ یہ خدا اور رسول کو نہیں مانتے بلکہ علیؓ و معاویہؓ کو مانتے ہیں ایسا ہی ان کے بعض عالم غلو میں آ کر اور غلط راستہ اختیار کر کے اپنی جاہل جماعتوں کو سبق پڑھانے لگے کہ یہ دوسرے مسلمان سب مشرک ہیں کہ یہ خدا اور رسول کے مذہب کو نہیں بلکہ ابو حنیفہ و شافعی کے مذہب کو مانتے ہیں اور یہ اصل بات اون پر ظاہر تھی کہ مسلمان ابو حنیفہ و شافعی کو اگر مانتے بھی ہیں تو قرآن و احادیث کے مطالب کو سمجھانے کے لئے بطریق استاد مانتے ہیں پس اس غلو و زیادتی کی وجہ سے اس جماعت کے بعض لوگ راہ راست سے ہٹ گئے کیونکہ یہ غلط بیانی غیر قابل معافی گناہ ہے بلکہ ان کے بعض عالموں نے یہانتک غلو سے کام لیا کہ اپنی جاہل جماعتوں کے دل میں بعض بزرگان دین و ائمہ کی برائی جمادی اور یہ خیال نہ کیا کہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی بدولت رافضی اپنے چہروں سے الگ پہچانے جاتے ہیں کہ دینداری غلط بیانی سے ہاتھ نہیں لگتی جسکی مانند میں مولانا نذیر حسین ایسے خیالات کے درپے تھے اوسی زمانہ میں تین صاحب اور بھی تھے اور ہر ایک نے دیکھا دیکھی الگ الگ راستہ اختیار کیا یعنی مولوی سر سید احمد خاں نے قرآن کو نیچر (ظاہری خود ساختہ عقلیات) کی طرف لانے کی کوشش کی اسکے لئے ایک نا تمام تفسیر بھی لکھی یہ صرف اسلئے تاکہ علیگڈھ کالج کے لڑکوں کو اپنے خیال کے مطابق قرآن کے مضامین سمجھا سکے۔ اسکے پیرو نیچری کہلائے اور پھر اونے اسی طرز جدید پر توریت و انجیل کی تفسیر بھی لکھی۔ اور مولوی عبد اللہ چکڑالوی پنجابی اول اہل حدیث بن گئے اور جب دیکھا کہ لوگ اہل حدیث میں اختلاف کرتے ہیں تو اپنی بدبختی سے تمام احادیث و کتب شرح سے انکار کر کے کہا کہ صرف قرآن پر غور کرنا اور اوس سے مسائل برآمد کرنا کافی ہے اور اسکے پیرو اہل قرآن کہلاتے۔ اسی زمانہ میں پادری فنڈر پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لیکر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لیکر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا اسلام کی سیرۃ و احکام پر جو اوسکا حملہ ہوا تو وہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ احکام اسلام و سیرۃ رسول اور احکام انبیاء بنی اسرائیل اور اونکی سیرۃ جن پر اوسکا ایمان تھا یکساں تھے پس الزامی و نقلی و عقلی جوابوں سے ہار گیا مگر حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا جلد عوام کے لئے اوسکے خیال میں کارگر ہوا تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور فنڈر اور اوسکی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جسکا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں پس اگر تم سعادتمند ہو تو مجکو قبول کر لو اس ترکیب سے اونے فنڈر کو اس قدر تنگ کیا کہ اوسکو اپنا پیچھا چھوڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اونے ہندوستان سے لیکر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دیدی مگر اس کامیابی کے بعد دو سبب سے وہ اس عقیدہ پر جم گیا اول اس وجہ سے کہ کہیں پادری دوبارہ حملہ نہ کر دیں اور انکار کے بعد جو مجکو دوبارہ دعویٰ کرنا ہوگا تو وہ مصنوعیت پر محمول ہو کر بے کار ثابت ہوگا دوم اس وجہ سے کہ اس کامیابی کی وجہ سے جدید انگریزی تعلیم یافتہ اور ظاہری قومی تعمیر کے دلدادہ مسلمانوں کی ایک جماعت اوسپر ایمان لاکر قادیانی ہو گئی تھی جو اوسکی ایسی عزت کرتی تھی جیسا کہ چاہیئے اسوجہ سے وہ مرتے دم تک اس عقیدہ پر جما رہا اور قرآن و احادیث کی نامناسب طور پر تاویل کرتا رہا۔ یہ چار صاحب فوت ہو کر دوسرے جہان میں پہنچ چکے ہیں جس جس نیت سے انھوں نے یہ کام کیا ہوگا وہ اللہ پر روشن ہے اور اسی کے قبضہ میں انکا حساب ہے مگر انکی بدولت اتنا ضرر ہوا کہ جاہل مسلمانوں کی جماعتیں بلا ضرورت تین تفرقہ ہو گئیں۔ کاش وہ ایسا نکرتے کیونکہ اپنے مخالفین کو سمجھانا یا جواب دینا صداقت کو اپنے قبضہ میں رکھتے ہوئے بھی ہو سکتا تھا جیسا کہ قرآن میں صداقت کو اپنے قبضہ میں رکھتے ہوئے لوگوں کو سمجھانے کے راستے خدا نے بتائے ہیں سے خلاف پیغمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ سعدی

پادری فنڈر اپنی جماعت کے ہندوستان میں رہ کر بارہ سال تک مختلف مذاہب سے مناظرہ کرتا رہا۔ مولوی غلام احمد قادیانی نے تو اپنا پہلو بدل کر اوسکو اور اوسکی کل جماعت کو عاجز کر دیا مگر ہندو اوسکے حملوں سے کچھ پریشان سے ہو گئے اور اونکے بہت سے شریف خاندان تک کے ہندؤں کو عیسائی بنالیا کیونکہ اس مذہب کے چار وید اور ۱۸ پوران ہیں سب کو وہ حق اور برہما (نام دیوتا) کے منہ سے نکلے ہوئے بتاتے ہیں یہ سب اشلوکوں و منتروں (اشعار) کے مجموعے ہیں جنہیں سے بعض میں اخلاق کی درستی و سنیاس اور جوگ (ترک دنیا روحانی حالت کی درستی) لوگوں کے ساتھ انصاف جیسے عمدہ مضامین بھی ہیں مگر ان میں اوس زمانہ کے شاعروں نے اوس زمانہ کی تہذیب کے مطابق اپنی دیہاتی زندگی کا خاکہ بھی بیان کیا ہے اور کہیں دیوتاؤں اور اوتاروں سے نفع و نقصان کی امید اور اونکی مورتیوں کی پرستش اور پھر انتظام عالم پر اونکی آپس میں خوفناک لڑائیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور وید کے منتروں (اشعار) میں سورج۔ چاند۔ اگنی (آگ) ابر۔ پانی۔ دریا درخت وغیرہ دیوتاؤں کی تعریف و پرستش کا بیان ہے اور گھوڑے۔ گائے۔ اور انسان وغیرہ کی یگ (قربانی) کی تاکید و ثواب کا بیان ہے کہ جو ایسا کرے گا وہ بڑا مالدار اور دشمن پر فتح پائے گا اور کہیں گانے بجانے اور غیروں کے مقابلہ اپنی مویشیوں کی تعریف اور ان کے لئے عمدہ چراگاہوں کی دستیابی کی آرزو ایک دوسرے سے مویشیوں کے چرانے کا بیان ہے۔ دیوتا اونکے یہاں تین قسم کے تھے از قسم انسان جیسے برہما۔ مہادیو۔ بشن پیدا کرنا۔ مارنا اور رزق دینا بالترتیب ان کا کام خیال کرتے تھے مگر بوجہ چند برہما کی عبادت نہیں کرتے اور سب سے زیادہ مہادیو اور اس سے کم کرشن کی عبادت کرنے کو لکھا ہے اور از قسم ملائکہ جیسے جم راج (جس کے آگے مردوں کی روحیں پیش ہوتی ہیں پھر وہ اونکو سورگ (جنت) یا نرک (دوزخ) وغیرہ میں روانہ کرتا ہے) اندر جو جنت کا راجہ ہے اور ابر کا راجہ بھی اسی کو خیال کرتے تھے جو ابر میں گرج کر اپنے آنے کی خبر دیتا ہوا پھر بارش برساتا ہے وغیرہ وغیرہ اس قسم کے اور بہت سے دیوتا ہیں اور شیطان کو دیت کہتے تھے ان ظاہری اسباب کی تعریف و پرستش کے سوا خدا کے مختار کل ہونے یا ہر چیز کے وجود و فنا اوسکی مرضی و قدرت پر موقوف ماننے یا اوسکی خالص عبادت یا انسان سے خدا کا براہ راست تعلق کا بیان ان میں نہیں ہے اور انکی کتابوں میں سورگ (جنت) نرک (دوزخ) اور ان میں مرنے کے بعد انسان کے داخلہ کا صاف ذکر ہے مگر یہ داخلہ خدا کی عبادت یا مہربانی یا اوسکی ناراضگی سے نہیں بلکہ دیوتاؤں کی عبادت و مرضی و قہر پر موقوف بتایا ہے اسوجہ سے بجائے خدا دیوتاؤں کی عبادت کو لکھا ہے اور یہ بھی لکھا کہ ۲۴ مرتبہ خدا زمین پر انسانی و دیگر جانداروں کی صورت میں آچکا ہے جسکو وہ اوتار بتاتے ہیں مثلاً لکھا ہے کہ راجہ رامچندر جی کے جسم میں انسانی روح نہ تھی بلکہ خدا تھا اور نیز یہ کہ خدا مچھلی اور کچھوے اور نیز کرشن جی وغیرہ کی صورتوں میں آچکا ہے ان کا یہ عقیدہ بالکل ایسا تھا جیسا کہ عیسائیوں کے ایک فرقہ کا ہے کہ خدا عیسیٰ کی انسانی صورت اختیار کر کے زمین پر آیا۔ قرآن میں خدا فرماتا ہے کہ ہر مقام پر ہم نے پیغمبروں کو بھیجا مگر بعد میں اون لوگوں نے اوس پیغمبر کے دین کو اپنے خیالات کے ملانے سے بگاڑ دیا اور حدیث میں ہے کہ ۱۲۴۰۰۰ پیغمبر آچکے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ قدیم زمانے میں نہ چھاپے خانے تھے اور نہ تحریر کا رواج تھا تاکہ اونکی ہدایات قلم بند ہو کر محفوظ ہوتی بلکہ حضرت موسیٰ سے قبل جس قدر پیغمبر گزرے ہیں اونکی ہدایات زیادہ تر زبانی طور پر ہوا کرتی تھیں۔ ہندو مذہب کے بعض